286

مسلمان اسلام کی کسوٹی پر

مسلمانوں کے زوال و انحطاط۔ اور موجودہ حالت پر
اسلامی نقطہ نظر سے تفصیلی تبصرہ

مؤلف

مولانا سید نذیر الحق میرٹھی

مکتبہ فلاح انسانیت کراچی

Marfat.com

DATA ENTERED

۲۹۷۶۴
ن ۴۴۲ م

۷/۰۰

آدم علی غلام حسین نے عباسی لیتھو آرٹ پریس فرئیر روڈ کراچی میں چھپایا
اور پبلشر مولوی عبدالعزیز ولد محمد عرب نے صدر کراچی ۳ سے
شائع کیا

DATA ENTERED

فہرست مضامین

	مضمون	صفحہ
۱	پیش لفظ	۲
۲	اسلام کیا ہے ؟	۱۳
۳	انسان اپنے لئے کوئی دستور نہیں بنا سکتا ؛	۱۷
۴	دین کیا ہے ؟	۲۲
۵	دین کا مقصود کیا ہے ؟	۲۴
۶	دین اور الدین	۲۶
۷	طریق حیات صرف دو ہیں	۲۷
۸	دین حق کے علمبرداروں کے لئے دین باطل سے بیزاری لازمی ہے۔	۲۸
۹	کفر سے بیزاری کیوں ضروری ہے ؟	۳۲
۱۰	الحب للہ والبغض للہ	۳۵
۱۱	اللہ کے لئے دوستی اور اللہ کے لئے دشمنی سے مراد کیا ہے ؟	۳۸
۱۲	اسلام مسلمانوں کو کامل بے تعصبی اور غیر جانب داری کی تعلیم دیتا ہے۔	۴۰
۱۳	حقیقت اسلام	۴۲
۱۴	فتنہ و فساد اور فسق و عصیان کا منبع	۴۳
۱۵	محبت الٰہی دین حق (اسلام) کی اصل ہے۔	۴۴
۱۶	محبت اور تعظیم و تکریم کے پانچ محرک	۴۶
۱۷	انسان کو گمراہ اور تباہ کرنے والی سات بیماریاں	۵۲

Marfat.com

	مضمون	صفحہ
۱۸	ان سات بدیوں سے قرآن پاک ہم کو کیونکر بچاتا ہے	۵۳
۱۹	اسلامی احکام و ہدایات کی روشنی میں مسلمانوں کا جائزہ	۷۳
۲۰	ایمان باللہ یعنی توحید	۷۶
۲۱	ایمان بالرسالت اور اُس سے محرومی	۸۰
۲۲	عقیدۂ آخرت اور مسلمان	۸۹
۲۳	اسلام ہم سے کس قسم کا مومنانہ فکر و عمل چاہتا ہے ؟	۱۰۱
۲۴	علم حق اور قوت مشاہدہ	۱۰۲
۲۵	مومنانہ فہم و بصیرت	۱۰۵
۲۶	حق پسندی اور قوت ارادی	۱۰۸
۲۷	فرقانی شان اور برہان رب	۱۱۲
۲۸	تمسک بالکتاب والسنۃ	۱۱۶
۲۹	مغربی حکمت و سیاست کی تباہ کاریاں	۱۲۷
۳۰	امت مسلمہ کے دو متضاد دور	۱۲۳
۳۱	انبیاء علیہم السلام کی آمد اور ارتقائے انسانیت	۱۳۶
۳۲	آفتاب ہدایت کا طلوع	۱۴۰
۳۳	نزول قرآن اور اسلامی تمدن کی بنیاد	۱۴۳
۳۴	مصنوعی و گمراہ کن پیشوائی کا انہدام	۱۴۹

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

پیش لفظ

میں عقل و ہوش سے محروم علم و فن سے بیگانہ
سناؤں کس زباں سے اپنی ناکامی کا افسانہ
مجھے بزمِ عمل میں آرزوئیں لے کے آئی ہیں۔
بہت محدود ہے لیکن مری ہمت کا پیمانہ

اِس دُنیا میں جہاں ہندو۔ عیسائی۔ یہودی۔ بدھ اور مادہ پرست آباد ہیں۔ اور اپنے اپنے فکر و عمل سے دنیا والوں کو آباد یا برباد کر رہے ہیں۔ اور اپنی اپنی مادی ترقی و خوش حالی سے شاد اں و کامراں ہیں وہاں مسلمان بھی اسی دنیا میں بس رہے ہیں۔ مگر اس حال میں۔ کہ ذلیل و محکوم ہیں۔ جہاں بھی ہیں کفار کے تسلط و اقتدار سے مرعوب و لرزاں ہیں۔ اغیار سے زندگی اور حقوق کی بھیک مانگنے پر مجبور ہیں دشمنانِ دین کی خوشامد و چاپلوسی۔ توصیف و تعریف۔ تقلید و پیروی اور اطاعت و وفاداری کو اپنا طرۂ امتیاز بنائے ہوئے جی رہے ہیں۔ اپنا دل و دماغ دوسروں کے حوالے کر چکے ہیں۔ اس لئے انہی کے سہارے اُٹھنا اور اُبھرنا چاہتے ہیں۔ پیٹ کے

Marfat.com

کے سوال اور جاہ پسندی کی طلب نے انکو اپنوں کا دشمن اور غیروں کا دوست بنا رکھا ہے۔ اپنوں کے لئے سخت اور غیروں کے لئے نرم اپنوں سے بگاڑ اور غیروں سے ملاپ۔ اِن کا شعار بن گیا ہے۔ اِن کے ارباب فکر و نظر ائمۂ کفر و ضلالت سے اسلام کش افکار و اعمال لیکر ان کی توسیع و اشاعت میں ہر وقت سرگرم اور کمربستہ رہتے ہیں۔ غلط فہمی اور گمراہی میں خود مبتلا ہو کر دوسرے مسلمانوں کو مبتلا کرنے میں فخر محسوس کرتے اور اسے جہاد سمجھتے ہیں۔ صحیح اسلامی تعلیم سے ناآشنا ہونے کے باوجود اپنے آپ کو اِسلام کا نمائندہ سمجھتے ہیں۔ پھر آر نمائندہ نے اسلام کا نام لے کر اپنا راستہ دوسروں کے راستوں سے الگ بنا رکھا ہے۔ ہر نمائندہ اپنے اوہام وظنون کو وحی الٰہی کی مانند سمجھکر اُنہی پر جما بیٹھا ہے۔ پہلے مدعیان اسلام مذہب کے نام پہ ملّتِ مسلمہ اور اُمتِ واحدہ کے ٹکڑے کیا کرتے تھے۔ اور اب یہ سیاست کے نام پر مسلمانوں کو لڑا رہے ہیں۔

اِس دانشِ حاضرہ اور تہذیب مغرب کا بُرا ہو کہ ہر شخص عالم۔ مفتی، خطیب، لیڈر، اور نمائندہ بن جانا چاہتا ہے۔ ان مدعیان قیادت و رہبری میں اکثر ایسے ہیں۔ جو اسلام کی بنیادی تعلیمات تک سے ناآشنا ہیں مگر چاہتے یہ ہیں۔ کہ قوم ہمارے ہی سر پر کلاہِ سروری رکھے۔ غیر اسلامی خیالات و افکار نے ان کے ذہنوں پر اس قدر تسلط جما لیا ہے۔ کہ اُنہیں قرآن میں حُریت و

آزادی، معاشی فلاح و استقلال اور قومی تنظیم و ترقی کا کوئی گُر، کوئی اصول، کوئی لائحہ عمل اور کوئی طریقہ نہیں ملتا اور وہ کلیتہً اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں۔ کہ یورپ کی تسخیر فطرت کی بے پناہ قوتوں اور علمی تحقیقات کو دیکھکر لندن کو اپنا قبلۂ حاجات بنالیں۔ اگر پہلو میں دردِ وطن چٹکی لے تو وردھا کے سامری کے گرد جمع ہوکر اپنے ہوش و خرد کو اس کے قدموں پر نچھاور کردیں۔ اور اگر غریبی و امیری کی جنگ کا نقشہ نگاہوں کے سامنے آجائے تو لندن اور وردھا پر لات مارکر روس کو اپنا کعبہ بنالیں۔ اور "کیپیٹل" پر ایمان لے آئیں۔ اس پر دعوٰے یہ کہ ہم مجاہد ہیں۔ دیندار ہیں۔ عاشقِ اسلام ہیں۔ مسلمانوں کے خیرخواہ ہیں۔ جنگ آزادی لڑ رہے ہیں۔ اپنی قوم کے لئے خطہ حاصل کر رہے ہیں۔ سرمایہ داروں سے نجات دلا رہے ہیں۔ قوم بیدار اور منظم ہو رہی ہے۔ ہم انگریز اور ہندو دونوں سے لڑینگے۔ ہم یہ کردیں گے۔ اور ہم وہ کردیں گے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ دعوٰے کس بنیاد پر ہیں مجھے تو کوئی ایسی بنیاد نہیں ملتی۔ جس پر ان میں سے کسی دعوٰے کی بنیاد بھی رکھی جا سکے نہ آزادی کی جنگ لڑی جا رہی ہے۔ نہ کسی خطہ کے حصول میں جان کی بازی لگی ہوئی ہے۔ نہ سرمایہ داروں سے نجات کی کوئی صورت نظر آ رہی ہے۔ اور نہ قوم بیدار اور منظم ہوتی دکھائی دے رہی ہے۔ ہاں جلسے جلوسوں کی بہار۔ بیانات کے بم۔ مقالات کی تلواریں۔ تقریروں کے تیر

Marfat.com

جوش و ہیجان کے طرارے۔ اور فسادات کی تباہ کاریاں ہر طرف نظر آ رہی ہیں۔ اگر قوم کی بیداری و تنظیم اسی کا نام ہے تو ؎

بس ہو چکی نماز مصلّے اُٹھائیے

ہمارے مذہبی و سیاسی رہبر اتنا بھی نہیں جانتے کہ قوموں کے لئے اصل چیز اور زندگی کا ماحصل اخلاقی دولت و قوت ہوتی ہے۔ اس کے کھو دینے سے۔ وہ سب کچھ کھو دیتی ہیں۔ اور اس کو حاصل کرنے سے سب کچھ بتدریج حاصل کر لیتی ہیں۔ گری ہوئی قومیں سیرت و کردار کی بلندی و پاکیزگی کے ذریعہ اُٹھا کرتی ہیں۔ اور صحیح علم و عمل سے محرومی کے باعث گر جایا کرتی ہیں۔ وہ اُٹھتی بھی اپنے پیروں سے ہیں۔ اور گرتی بھی اپنی شامتِ اعمال سے ہیں۔ نہ کسی کی دشمنی اُن کا کچھ بگاڑتی ہے۔ اور نہ کسی کی دوستی اُن کا کچھ سنوارتی ہے۔ بننا اور بگڑنا قوموں کا اپنا کام ہوتا ہے۔ اُن کی ترقی و خوش حالی اور غلامی و ناکامی اُنہی کے اچھے بُرے اعمال سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ نہ کسی کے گرائے گرتی ہیں۔ اور نہ کسی کے اُٹھائے اُٹھتی ہیں۔ یہی خودی و خود شناسی بیداری کی علامت۔ تنظیم کا اصول اور ترقی کا پہلا قدم ہوتی ہے۔ جب ہمارے رہنماؤں کے مذہبی اور سیاسی کاروبار میں یہی چیز نظر نہیں آتی تو ارباب فکر و نظر سوچیں سمجھیں اور بتلائیں کہ ہماری موجودہ قومی جد و جہد میں قلبی تسکین اور کامیابی کی اُمید کا کونسا سامان موجود ہے؟ ؎

Marfat.com

بیکسی ہائے تمنا! کہ نہ دنیا ہے نہ دیں!!

یاد رہے۔ کہ یہ ایک رسمی اور نمائشی نوحہ نہیں۔ جس کے بغیر نہ ہماری کوئی کتاب شروع ہو سکتی ہے۔ نہ کسی تقریر کا رنگ جمتا ہے۔ نہ کسی کی لیڈری چمکتی ہے۔ نہ کوئی انجمن بنتی ہے۔ نہ کوئی جماعت اٹھتی ہے۔ اور نہ خطابت و امامت ملتی ہے۔ ہمارے صوفیائے کرام تو خدا کو "ہمہ اوست" سمجھتے ہیں۔ مگر میں قومی درد اور نوحہ کو ہمہ اوست سمجھتا ہوں لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ رسمی نوحہ جس کا آج کل عام طور پر علمی اور سیاسی دنیا میں رواج ہو چکا ہے۔ یہ اپنا اثر زائل کر چکا ہے۔ مگر ایسا نہیں اس کا آفتاب آج بھی نصف النہار پر ہے۔ اگر یہ رواج اپنا اثر زائل کر دے۔ تو پھر اور کیا چاہیئے یہ رواج ہی تو ہے۔ جو ہمارے عوام و خواص کو کام کی باتوں اور تعمیری کاموں کی طرف متوجہ ہونے نہیں دیتا۔ اور سب کے سب جذبات کی رو میں بہ جاتے ہیں۔

بہر حال کہنا یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کے زوال و انحطاط کا رونا کوئی رسمی اور رواجی چیز نہیں۔ بلکہ ایک آفتاب سے زیادہ روشن حقیقت ہے۔ اور حقیقت بھی ایک ایسی حقیقت ہے۔ جس کو خود فریبی کے ہزار پردوں میں بھی نہیں چھپایا جا سکتا اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے رہنماؤں کو اس حقیقت کا کما حقہ احساس ہے۔ اور وہ اپنی سمجھ اور بساط کے مطابق اس صورت حال کو بدلنے کی مخلصانہ۔ مدبرانہ اور مجاہدانہ کوشش بھی کر رہے ہیں۔ لیگ کے علم بردار ہوں۔ یا کانگرس کے حامی

Marfat.com

مجلس احرار کے مجاہد ہوں۔ اور یا خاکسار تحریک کے خادم خلق سب کے سب اسلام کی حفاظت و سربلندی اور ملت مسلمہ کی بہتری و برتری چاہتے ہیں۔ ہر جماعت میں دیندار بھی ہیں۔ اور بے دین بھی۔ مخلص بھی ہیں۔ اور ریاکار بھی۔

سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب تمام دردمندان ملت مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ اور تنظیم و ترقی چاہتے ہیں۔ تو اس کی کیا وجہ کہ مسلمان بدستور زوال و انحطاط کے بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں۔ میدان ترقی میں جو قدم بھی اٹھاتے ہیں وہ پسپائی اور ذلت و ناکامی میں اضافہ کر دیتا ہے۔ اور وہ آگے بڑھنے میں نہیں آتے؟

اس کا صحیح اور مختصر جواب یہ ہے۔ کہ ہمارے مفکرین و مدبرین ملت کے پاس وحی الٰہی کی روشنی موجود ہے۔ جس سے دنیا کی تمام مہذب و ترقی یافتہ قومیں محروم ہیں۔ مگر وہ اس روشنی میں اپنا نصب العین اور لائحہ عمل متعین نہیں کرتے۔ اور محض فکر انسانی کی مدد اور دوسری قوموں کی تقلید کے سہارے اٹھنا چاہتے ہیں۔ تمدن و سیاست اور معاشرت و معیشت میں انھوں نے قرآن حکیم کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ اپنی سمجھ بوجھ سے جس چیز میں اسلام کی بہتری اور ملت کی سربلندی دیکھتے ہیں۔ اسی کو اختیار کر لیتے ہیں۔ اس بنا پر انھوں نے اپنی اپنی راہیں الگ الگ بنا رکھی ہیں۔ انہی کی طرف مسلمانوں کو دعوت دیتے اور آپس میں لڑتے ہیں ہر رہنما نے اپنی

Marfat.com

سوچی اور سمجھی ہوئی راہ کو اسلام کی راہ سمجھ رکھا ہے۔ اور اُسی پر اصرار کے ساتھ جما بیٹھا ہے۔ اور اسلام کی راہ سب کی نظروں سے اوجھل ہے۔

غضب بالائے غضب یہ کہ یہ اسلامی مسلک ونظریہ تو اختیار کرتے نہیں۔ اور اپنے ذاتی فکر وعمل کو ہی اسلامی مسلک ونظریہ قرار دے لیتے ہیں۔ پھر یہ افکار و تخیلات جن کی روشنی میں وہ کوئی طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ وہ افکار و تخیلات بھی اُن کے اپنے نہیں۔ بلکہ دشمنانِ دین سے مانگے ہوئے ہیں۔ مثلاً یہ اشتراکیت۔ جمہوریت۔ وطنیت اور قومیت کے نظریئے بھی اُن کے اپنے نہیں۔ بلکہ غیروں سے لئے ہیں۔ مگر ان میں رنگ بھرتے ہیں۔ قرآنی آیات واحادیث سے نقشے بناتے ہیں۔ غیر اسلامی اور اُن میں رنگ بھرتے ہیں۔ قرآن واحادیث سے۔

آزادی، ترقی اور قیادت کے دلدادوں کو اتنا ہوش نہیں کہ زندگی جہدِ پیہم کا نام ہے۔ قوموں کا اصل سرمایۂ حیات اعلیٰ اور پاکیزہ جذبات وتخیلات ہوتے ہیں۔ انہی سے اعمال پیدا ہوتے ہیں۔ اعمال سے عادات بنتی ہیں۔ اور عادات سے سیرت کی تشکیل ہوتی ہے۔ انسانی کمالات کا انحصار سیرت ہی کی بلندی پر موقوف ہے۔ اس کے برخلاف ہمارے مجاہدین ملت نے ترقی نام رکھا ہے۔ قومی حقوق ومفاد کے سوا نے اور حصول وزارت کا اور آزادی انکے یہاں آقاؤں کی تبدیلی کو کہتے ہیں۔

Marfat.com

حالانکہ اسلامی نقطۂ نظر سے وہ آزادی اور ترقی ہی نہیں جو غیر اسلامی افکار و اعمال اور اغیار کی غلامی سے حاصل ہو۔

دیکھنا صرف یہ ہے۔ کہ ہمارے مفکرین و مدبرین جذبات و تخیلات کہاں سے لیتے ہیں۔ اسلام سے یا دوسری قوموں سے؟ اس کا جواب صاف اور مبرہن ہے۔ کہ وہ یہ چیز قرآن سے حاصل نہیں کرتے بلکہ اغیار سے لیتے ہیں۔ اس کے لئے ثبوت کی ضرورت نہیں بلکہ یہ بات "کالشمس فی النہار" ہے۔ اگر کوئی اس بات کو نہ مانے تو یہ اس کی ہٹ دھرمی اور اکابر پرستی ہے۔ پس خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے قومی بیداری جلسے جلوسوں اور نعروں کا نام نہیں۔ تنظیم کسی جماعت میں داخل ہونے کو نہیں کہتے۔ ترقی کسی نظام باطل کے ماتحت حقوق و مفاد حاصل کر لینے کا نام نہیں اور آزاد وہ نہیں جسے قانون بنانے کی آزادی حاصل ہو۔ بلکہ آزاد در اصل وہ ہے۔ کہ جس کا دل۔ دماغ۔ ذہن اور ضمیر اغیار کی مرعوبیت اور غلامی سے آزاد ہو۔ یہ آزادی مرکز میں اکثریت حاصل کر لینے، اپنی وزارت بنا لینے، اور یا کسی خطۂ ارضی کے حصول سے حاصل نہیں ہوتی۔ جب تک غیر اسلامی افکار اور غیر قرآنی جذبات و تخیلات سے دل و دماغ پاک نہ ہو۔ یہ تطہیر فکر ہی بیداری کی علامت، تنظیم کی شرط اوّل اور ترقی کا پہلا قدم ہے۔ اس کا تو ہماری جماعتوں اور لیڈروں میں کوسوں

Marfat.com

پتہ نہیں ملتا۔ ہاں جب سے ایک اللہ کے بندے نے ہندوستان میں اسلام کی دعوت بلند کی ہے۔ اور مسلمانوں کے سامنے کتاب وسنت کی روشنی میں احیاء اسلام کا خالص پروگرام رکھا ہے؛ اس وقت سے مسلمانوں کے رہنماؤں میں غیر شعوری اور رسمی طور پر اور عوام میں حقیقی طور پر ایک مقدس ومعصوم تمنا بیدار ہو رہی ہے۔ اور وہ حقیقی اسلام کی پیروی کی تمنا ہے۔ اس میں روز بروز شدید ترقی ہوتی جارہی ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ حالات و انقلاب کا نتیجہ ہے یا علماء وزعماء کی کورانہ تقلید کا اثر؛ بہر حال کچھ بھی ہو اسلامیت کی پیاس وطلب ایک امید افزا فکری انقلاب کا پتہ دے رہی ہے۔ مسلمان شعوری یا غیر شعوری طور پر چاہتے یہی ہیں۔ کہ اسلام کے بنیادی اصولوں سے واقف ہوں۔

حتی الامکان اسلامی تعلیمات واحکامات کی پیروی کریں اور اپنے اندر ایمان وعمل صالح کی صحیح روح پیدا کرکے اپنی عظمتِ رفتہ کو واپس لے آئیں۔

اب ضرورت اِس امر کی ہے۔ کہ وہ دردمندان اسلام جو اسلامی انقلاب برپا کرنا اور اقامتِ حق وعدل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو اُن کا زوال وانحطاط اسلام کی روشنی میں دکھائیں تنظیم وترقی کی اسلامی راہ سمجھائیں اسلامیت کی پیاس کو زیادہ سے زیادہ بھڑکائیں۔ رہنماؤں کی تجویز کردہ راہوں اور اسلام کی صراط مستقیم میں واضح

Marfat.com

ونمایاں فرق کرکے مسلمانوں کو دکھائیں۔ تاکہ وہ انسانوں کی راہوں سے ہٹ کر اسلام کی راہ پر آجائیں یہ اوراق اسی مقصد کے حصول کی طرف لڑکھڑاتا ہوا قدم ہے۔ ایک مقدس تمنا کی تڑپ ہے۔ ایک کوتاہ فہم اور کم علم کی صدائے درد ہے۔ اگر اس میری اس صدائے درد نے چند مسلمانوں کے سینوں میں بھی اسلامی زندگی کی پیاس و طلب پیدا کردی تو میں سمجھوں گا کہ میری ناچیز محنت ٹھکانے لگی۔

میں اپنی اس ناچیز قلمی کاوش اور ذہنی اندوختہ کو اُن مسلمانوں کی خدمت میں پیش کررہا ہوں جو ہندوستان میں مسلمان کی حیثیت سے بیدار ہونا۔ مسلمان کی حیثیت سے منظم ہونا۔ مسلمان کی حیثیت سے ترقی کرنا۔ مسلمان کی حیثیت سے جینا۔ اور مسلمان کی حیثیت سے مرنا چاہتے ہیں۔ ؎

گر قبول افتد زہے عز و شرف

مجھے نہ اپنی فکر و نظر پر بھروسہ ہے۔ نہ اپنے فہم و شعور پر ناز ہے۔ نہ علم و عقل کا دعوٰے ہے۔ اور نہ میں اپنی سوچی اور سمجھی ہوئی چیزوں کو قطعی اور یقینی سمجھتا ہوں۔ میں بصدق دل اپنی کم علمی و کوتاہ فہمی کا معترف ہوں۔ چھوٹا منہ اور بڑی بات کا مصداق ہوں۔ صرف اسلامی خدمت کا مدعی ہوں۔ میں نے اپنی فہم و استعداد کے مطابق جو کچھ اور جیسا کچھ بھی سمجھا ہے۔ وہی کچھ ناظرین کرام کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ نہ معلوم میرا قلم عاجز رقم کہاں کہاں

ٹھوکر کھائے گا ناقص فہم کہاں کہاں حقیقت رسی سے محروم رہے گا۔ اور کس کس مقام پر غلطی کا ارتکاب کریگا۔

براہِ کرم ان سب باتوں کو نظر انداز کر کے میرے مقصد کو سامنے رکھیں۔ اور اپنی توجہ کو صرف ایک مرکزی نقطہ پر مرتکز کر دیں۔ کہ میں مسلمانوں کو رجوع اِلَی الاِسْلَام کی دعوت دینا چاہتا ہوں۔ اور بس۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ

نذیر الحق

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِسلام کیا ہے؟

اِسلام بنی نوعِ انسان کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے انسانوں کو ایک ایسا نظام زندگی عطا کرتا ہے جو ہر غیر فطری ظالمانہ، مفسدانہ، اور خودساختہ نظام زندگی کے لئے پیامِ موت ہے۔ وہ اپنے اصول و قوانین اور ترکیب و امتزاج کے اعتبار سے انسان کی تمام فکری و عملی قوتوں کو اُبھار کر تکمیل و سعادت انسانی کی راہوں پر لگاتا۔ فطری تقاضوں کو پورا کرتا اور داعیات نفس کی عادلانہ تکمیل کرتا ہے۔ قرآن کا دعوٰے ہے۔ کہ وہ ایک دینِ فطرت پیش کرتا ہے۔ نرا دعوٰے نہیں۔ بلکہ اُس کے دلائل بھی وہ جو دل میں اُتر جائیں۔ اور دماغ کو وجد میں لے آئیں ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتا ہے۔ کہ اگر غیر مخدوش دماغ، مستقیم نظر، اور قلب سلیم رکھتے ہو تو دیکھ لو کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ کیونکر اِسی دین فطرت کے مطابق عمل کر رہا ہے۔

اِسلام کی دعوت عام انسانی فلاح و بہبود پر مبنی ہے جس میں بلاتخصیص رنگ و نسل، زبان و ادب اور ملک و قوم انسانیت کی عزت، بنی نوع کا احترام اور سعادتِ انسانی

Marfat.com

ملحوظ رکھتا ہے۔ وہ عالمگیر امن وامان کی بُنیاد قائم کرکے اپنے پیروؤں کو عالم انسانیت کی خدمت کا پروگرام دیتا ہے۔ وہ انسانی زندگی کے کسی پہلو کو تشنۂ ہدایت نہیں چھوڑتا۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے کسی معاملہ اور مسئلہ کو اپنی ہدایت ورہنمائی سے باہر نہیں جانے دیتا۔ اور سیاست و مذہب مادّی وروحانی قوت اور جسم و روح کی یکجائی کا ایک ایسا بے نظیر آمیزہ دیتا ہے۔ کہ اگر انسان اس پر عمل پیرا ہوں تو زمین اپنے خزانے اُن کے قدموں میں اُگل دیتی ہے۔ اور آسمان سے اُن پر رحمتوں کی بارش ہوتی ہے۔ وہ دین ودُنیا دونوں کے مالک بنجاتے ہیں۔ دُنیا میں انتہائی ترقی وکامیابی اور آخرت میں نجات ورضائے الٰہی کا پروانہ ملجاتا ہے۔ حقائق کائنات، زندگی کے بنیادی مسائل اور مقصدِ حیات واضح طور پر دل ودماغ میں پیوست ہوجاتا ہے۔ اور وہ بے خوف زندگی کے حامل ہوجاتے ہیں۔

اسلام انسان کی سوچ، فکر، ذوقی تجربہ، وجدانی احساس اور علم کے ہاتھ میں حقیقت کا سررشتہ نہیں دیتا۔ بلکہ اکتشاف حقیقت کے باب میں وحی کو "عروۃ الوثقیٰ" قرار دیتا ہے۔ اس کا اندازہ یوں لگائیے۔ کہ ایک واجب الوجود ہستی کا صحیح اعتقاد انسان نے محض اپنے علم وادراک اور ذوق و تجربہ سے نہیں پایا۔ بلکہ اس اعتقاد تک وہ وحی الٰہی کے ذریعہ پہونچا ہے۔ وحی الٰہی کا انکار کردیجئے۔ بس تمام حقائق کائنات

Marfat.com

اور زندگی کے انجام و مآل کا رشتہ ہاتھ سے چھوٹ جائیگا اور انسان کے ہاتھ میں بجز اوہام و ظنون اور خیال آرائیوں کے اور کچھ نہیں رہے گا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن حکیم نے منکرین وحی و نبوت کے حق میں کہا ہے۔ کہ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ یہ تو صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ اسلام انسانوں کے گھڑے ہوئے اور چلائے ہوئے تمام نظامہائے زندگی کو باطل اور اختیار کردہ تمام طریقوں کو پامال، پژمردہ اور غلط قرار دیتا ہے۔ اور اپنے پیرووں کے فہم و شعور، افکار و خیالات، عزم و ارادہ، حرکت و عمل اور داعیات نفس کو اپنے قبضہ و تصرف میں رکھنا چاہتا ہے۔ اور کسی فکر و عمل کو اپنے دائرہ اطاعت سے باہر نہیں جانے دیتا۔

وہ ابتدا میں ہی سارا زور اس امر پر صرف کرتا ہے۔ کہ اس کائنات میں سب سے بڑی اور بنیادی حقیقت یہ ہے۔ کہ وجود اور کائنات ایک حکیم، مدبر، علیم اور خبیر ہستی کے عائد کردہ قوانین کی زنجیر میں جکڑی ہوئی اور ہر چیز کے نشو و ارتقاء اور قیام و بقاء کا دار و مدار اطاعت الٰہی پر ہے۔ اس بنا پر انسانوں کو بھی اپنے ارادے اور اپنے افکار و اعمال کو باری عز اسمہٗ کے فرامین و نوامیس کے ماتحت رکھنا اور ارتقاء حاصل کرنا چاہیے۔ وحی الٰہی نے قرآن پاک کی صورت میں جو جامع اور کامل ارتقاء صرف اسی صورت میں ممکن ہے۔ کہ وہ اسی قانون کے سامنے اپنا سر اطاعت خم کر دیں۔

قرآن انسانوں کو سمجھاتا ہے۔ کہ یہ صرف تمہارے عہد

Marfat.com

کا ہی فیصلہ نہیں۔ بلکہ آغاز آفرینش سے لیکر اب تک افراد اور قومیں اسی ایک نتیجہ پر پہونچتی چلی آرہی ہیں۔ کہ صرف وہی افراد اور قومیں کامیاب و سرافراز ہوئیں۔ جنہوں نے قوانین و نوامیس الٰہیہ کو اپنی پوری زندگی کا دستور بنایا اور ایمان و عملِ صالح کی دولتِ لازوال سے مالا مال ہوئیں۔ اور جنہوں نے اپنے باپ دادا کے رسم و رواج کی یا اپنے بنائے ہوئے دستورِ حیات کی اور یا دوسرے انسانوں کے گھڑے ہوئے نظاموں کی پیروی کی اور محض عیش و عشرت کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا وہ ہلاک و برباد ہوگئے۔ اگر تم ماضی کے تاریک پردوں میں اقوام عالم کی سرگذشت کا سُراغ لگا سکتے ہو تو یقیناً تم اِسی ایک نتیجہ پر پہونچو گے۔ کہ جو قومیں وحی الٰہی کو پسِ پشت ڈالکر عیش و عشرت میں غرق ہوئیں۔ جنہوں نے خواہشات کی اندھا دُھند پیروی کی اور جنھوں نے ظلم و شرارت پر کمر باندھی بالآخر اُن کی بستیاں اُلٹ دی گئیں۔ اور وہ دُنیا سے کفِ حسرت و افسوس ملتے گئے۔

فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۝

جب ہمارا عذاب اُنھوں نے محسوس کیا تو دیکھو اچانک وہ بستیوں سے بھاگے جا رہے ہیں۔

اگر تم عبرت اندوزی کی آنکھ سے اپنے ماضی کو دیکھو تو تمہیں معلوم ہوگا۔ کہ نسلِ انسانی کو ہمیشہ نبیوں کی دعوت ہی سے فائدہ پہنچا۔ انھوں نے مردہ دلوں اور روحوں کو زندہ کیا۔ اُنھوں نے اصلاح و افساد میں خطِ امتیاز کھینچا۔ ہدایت و ضلالت کی راہ

Marfat.com

واضح کی اور انسانوں کو بلند اور پاکیزہ زندگیاں بخشیں۔ اور جنہوں نے نبیوں کی دعوت سے منہ موڑا۔ انھوں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور ہلاکت و بربادی کی راہ اختیار کی۔ قرآن ان انسانوں سے جو ماضی سے سبق حاصل نہیں کرتے۔ اور آخری نبی کی دعوت و پکار نہیں سنتے کہتا ہے۔ کہ شاید یہ اندھے ہیں۔ کہ آثار قدیمہ کو دیکھکر عبرت نہیں پکڑتے۔ بہرے ہیں کہ ہدایت الٰہی کی آواز کو نہیں سنتے گونگے ہیں۔ کہ اُن کی زبانیں اسلام کی دعوت کے لئے نہیں کھلتیں اور جاہل و احمق ہیں کہ سوچتے سمجھتے کچھ نہیں۔

کامیابی ترقی اور خوشی صرف اُن افعال سے پیدا ہوتی ہے۔ کہ جو اللہ کی ہدایت کے مطابق ہوں۔ اور ناکامی اُن اعمال سے پیدا ہوتی ہے۔ جو انسان اپنے علم و تجربہ اور خواہش کے مطابق سرانجام دے۔ اِس پر پوری انسانی تاریخ گواہ ہے۔

جو قوم ماضی سے اس نکتہ کو نہ سمجھے اور اپنے آپ کو خدا کے حوالے نہ کرے بالآخر وہ برباد ہو کر رہتی ہے۔ اُسے زوال و انحطاط سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ اور وہ اپنی کسی تدبیر و دانش سے اپنے آپ کو ہلاکت و بربادی سے نہیں بچا سکتی ؛

انسان اپنے لئے کوئی دستور حیات نہیں بنا سکتا

انسان ایک حباب ہے۔ موت و حیات پر اس کا قبضہ و تصرف

نہیں۔ نہ اس کا وجود اصلی ہے۔ نہ اِس کا کوئی وصف اصلی اور نہ نفع و نقصان پر اس کا اختیار ہے۔ وہ فطرتاً کسی کا محتاج ہے۔ اُس کا ذاتی علم حقائق کائنات تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس کی عقل حقیقت کا سُراغ نہیں پا سکتی۔ اُس کے تجربات اُس کو غلطی سے نہیں بچا سکتے۔ اور اُس کے مشاہدات دھوکے کی ٹٹی ہیں۔ اس لئے وہ سراسر ہدایت الٰہی کا محتاج ہے۔ اور اپنے خالق و مالک کی مرضی و نامرضی معلوم کرنے پر مجبور ہے وہ اپنا خالق آپ نہیں۔ کہ اپنے آپ سے واقف ہو۔ اور اپنے لئے کوئی دستور حیات بنا لے اور وہ اپنا مالک آپ نہیں کہ جو اُس کے جی میں آئے وہی کرے اِسے بھی جانے دیجئے یہ دیکھئے کہ جب تمام انسان اپنی خلقت و اصلیت کے اعتبار سے برابر ہیں۔ تو کسی ایک انسان کو یا انسانوں کی کسی جماعت کو کیا حق ہے۔ کہ وہ دوسروں کو اپنی مرضی کا پابند اور تابع فرمان بنائیں۔ اگر دُنیا میں یہی کچھ ہو رہا ہے اور انسان انسانوں کی غلامی و محکومی کر رہے ہیں۔ تو یہ اُن کی اپنی شامتِ اعمال ہے۔ جب اُنھوں نے دُنیا میں اسلام اور قرآن کے موجود ہوتے ہوئے خدائے تعالےٰ کی اطاعت سے بغاوت و انحراف کیا۔ تو یہ تو ہو نہیں سکتا تھا۔ کہ وہ دُنیا میں یونہی آزاد اور اونٹ بے مہار بنے پھرتے رہتے چالاک و مکار انسانوں نے اپنی تدبیر و دانش سے۔ اور طاقتور انسانوں نے اپنی طاقت و قہرمانی سے اُنکو اپنا غلام بنا لیا۔ اور دُنیا میں ظلم و فساد کی آگ لگا دی۔

Marfat.com

عقلی بات ہے۔ کہ جو شخص کسی چیز کا مالک ہوتا ہے۔ اُسی کو یہ حق حاصل ہوتا ہے۔ کہ اپنی چیز میں تصرف کرے اور جو کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔ وہ اُس میں تصرف کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ مکان بنائے زید اور قبضہ آکر کرے بکر۔ اس کو سب ظلم اور غصب سمجھتے ہیں۔ انسان نہ اپنا مالک آپ ہے۔ نہ دوسرے انسانوں کا اور نہ اس کائنات کا۔ جب یہ بات بالکل ظاہر اور مسلّم ہے۔ تو کسی انسان یا جماعت کو یہ حق کہاں سے حاصل ہو گیا۔ کہ وہ اپنی اور دوسروں کی زندگی میں جو چاہے تصرف کرے اگر وہ ایسا کرتا ہے۔ تو ظالم ہے۔ جاہل ہے مفسد ہے۔ اور خدا کا باغی ہے۔ اور آج دُنیا میں کافروں اور مسلمانوں سب کو اسی ظلم و جہل اور فساد و بغاوت کی سزا مل رہی ہے۔ کہ وہ امن و سکون اور راحت و آرام کو ترس رہے ہیں۔

کون ہے جو اس حقیقت کا انکار کر سکے۔ کہ افرادِ انسانی کے اختیارات کی حد بندی کرنا۔ اُن کی جانوں اور اُن کے مالوں میں حقوق مقرر کرنا۔ اور ان کا نہ تصرف کرنا اور [illegible] سے اپنی اطاعت و فرماں برداری کرانا کسی انسان یا کسی جماعت کا کام نہیں۔ انسانوں کے لئے قانون بنانے کا حق اتنا بلند اقتدار ہے۔ جو صرف خالقِ ارض وسما کے ساتھ خاص ہے۔ انسان بحیثیت انسان مساوی المرتبہ ہیں۔ وہ سب فطری اعتبار سے اللہ کے بندے ہیں۔ انھیں اپنی موت و زندگی پر اختیار نہیں۔ انھیں اپنے نفع و نقصان کا بھی علم نہیں۔

Marfat.com

وہ نہیں جانتے کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ اِس لئے کسی انسان کو دوسرے انسان پر حکومت کرنے، قانون بنانے اور اپنی مرضی کو دوسروں سے منوانے کا کوئی حق نہیں۔ اِس کا کام صرف یہ ہے کہ سیدھے طور پر اپنے خالق و مالک کے سامنے اطاعت کی گردن جھکا دے، اور سچے دل کے ساتھ اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کی پیروی کرے اگر وہ ایسا نہیں کرتا۔ اور اللہ کی اطاعت و بندگی سے آزاد ہوکر خود اپنا اور دوسروں کا حکم اور قانون ساز بنتا ہے۔ تو اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ وہ خود خدا بننا چاہتا ہے۔ اور بس یہیں سے سارا ظلم و فساد پیدا ہوتا ہے۔ اور اسی لئے آج دنیا میں ہر طرف ظلم و فساد برپا ہے۔ کہ انسان انسانوں پر خدائی کر رہے ہیں۔

اِسلام ظلم و فساد کے اِس منبع کو بند کرتا۔ انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے چھڑاتا اور تمام انسانوں کو خدا کی اطاعت و بندگی کے دائرہ میں لانا چاہتا ہے۔ اور وہ بنی نوع انسان کے سامنے اس حقیقت کو رکھتا ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ سچا مذہب تو اللہ کے نزدیک بس "اسلام" ہی ہے۔ پس عام انسانوں کی عموماً اور مسلمانوں کی خصوصاً فلاح و بہتری اسی میں ہے۔ کہ وہ اِس دین اسلام کو سمجھنے پر اپنی تمام فکری صلاحیتیں و قوتیں صرف کر دیں۔ اگر پریشان حال اور بدبخت انسان ایسا کرتے تو آج دنیا کو اُن تباہیوں اور بربادیوں کا سامنا نہ ہوتا جنھوں نے اُسکو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے

Marfat.com

اور زندگی مجسّم خطرہ بن کر رہ گئی ہے۔

آج انسانوں کو جن سیاسی و تمدنی الجھنوں و پیچیدگیوں، مصائب و آلام اور خطرات و شدائد کا سامنا ہے۔ وہ سب کے سب انسانوں کے پیدا کردہ ہیں۔ اور لازمی نتیجہ ہیں۔ اُن کی خدا فراموشی و خوف فراموشی کا۔ دُنیا میں قرآن موجود رہا۔ وہ انسانوں کو فلاح و کامرانی کی طرف بلاتا رہا۔

اسلام اُفق عالم پر اپنی تمام ضیا باریوں اور تابانیوں کے ساتھ جلوہ فگن رہا۔

اسلام کا نام فضائے عالم میں گونجتا رہا۔ صاحب قرآن کی سیرت پاک اور اسلام کے سچے و کامل علمبردار صحابہ رض کی زندگیاں یعنی اسلام کا صحیح و کامل نمونہ و عمل بھی دُنیا کے سامنے موجود رہا۔ مگر پھر بھی خود غرض متعصب، حقیقت ناآشنا اور جاہل انسانوں نے حق و صداقت کی پکار کو نہ سُنا۔ اور راہِ نجات کو نہ دیکھا۔

اگر کفار و مشرکین نے تعصب و عناد کی وجہ سے خدا کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ نبی آخرالزماں صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے۔ قرآن کی دعوت اور اسلام کی رہنمائی کو قبول نہیں کیا تو چنداں تعجب اور جائے شکایت نہیں۔ مگر رونا اور مصیبت تو یہ ہے۔ کہ خود علمبرداران اسلام نے اس کے صحیح و کامل علم و عمل کو کھو دیا۔ اور دوسری قوموں میں گھل مل کر انھیں جیسے ہو گئے اس لئے میں پہلے اپنے فہم و استعداد اور اپنی بساط کے مطابق اسلام کی حقیقت کو ذرا تفصیل سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔

Marfat.com

کہ مسلمان یہیں سے بھٹکے ہیں۔ پہلے لفظ "دین" کو سمجھئے اور پھر لفظ "اسلام" کو۔

دین کیا ہے؟

ہمارے عوام میں دین کو دین ہی کہا جاتا ہے۔ اور سمجھا جاتا ہے۔ یعنی بے سوچے سمجھے دین کو مذہب کہہ دیا جاتا ہے۔ اور اس پر غور نہیں کیا جاتا۔ کہ قرآنِ پاک نے اس لفظ کو کن معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اور اس کا جامع و مانع اور متعین مفہوم کیا ہے؟ ہاں اگر علماء اس کو سمجھتے ہوں تو مجھے اس سے انکار نہیں۔ مگر یہ ناقابل انکار حقیقت ہے۔ کہ مسلمان عوام دین کے مفہوم سے بالکل ناآشنا ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان کے اندر حقیقی دینداری نہیں رہی۔ اور ان کی زندگیاں ایمان کے نور عمل صالح کی فائز المرامی اور جہاد فی سبیل اللہ کی کامرانی سے محروم ہیں۔

زبان عربی میں لفظ دین چار معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ غلبہ و اقتدار۔ اطاعت و غلامی۔ جزا و بدلہ۔ اور طریقہ و مسلک یعنی قانون و شریعت ان چاروں استعمالات پر قرآنی آیات اور احادیث نبویہ پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر چونکہ اس میں کسی مسلمان کو اختلاف ہی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے انکو بخوفِ طوالت نظر انداز کیا جاتا ہے۔

قرآنِ حکیم لفظ دین کو ایک جامع اصطلاح کی حیثیت سے استعمال کرتا ہے۔ اور اس سے مراد وہ نظامِ زندگی لیتا ہے

Marfat.com

جس کا نام اسلام ہے۔ پس دین اسلام یہ ہے۔ کہ انسان باری تعالےٰ عزّ اسمہٗ کا اقتدار اعلیٰ تسلیم کر کے پورے طور پر اس کی اطاعت و فرماں برداری کرے اُس کے قوانین کی پیروی کرے۔ یہ سمجھکر کرے کہ مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے اگر میں اس دنیا میں قانونِ الٰہی کے مطابق زندگی بسر کروں گا۔ تو اس کا بہترین اجر ملے گا۔ اور اگر نافرمانی کرونگا تو وہاں بدترین سزا پاؤں گا۔ پھر قوانین الٰہیہ کی پیروی میں اپنی ذاتی رائے۔ خواہش اور رجحان کو دخل نہ دے۔ بلکہ قرآنی احکام پر جس طرح صاحب قرآن نے عمل کر کے دکھایا۔ اسی طرح عمل کرے۔ اسلام کا علم قرآن میں ہے۔ اور اُس کا عمل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں۔ پس مسلمان کا عمل اسوۂ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہونا چاہیئے۔

اب اگر دین کے تصور سے ان چار چیزوں میں سے ایک چیز کو بھی خارج کر دیا جائے تو قرآن کا مقصود پورا نہیں ہوتا مثلاً اگر مسلمان خدائے تعالےٰ کے اقتدارِ اعلیٰ کے علم و یقین کو دین سے خارج کر دیں تو پھر اسلام کی ساری روح ہی فنا ہو جائے گی۔ اگر اطاعت و غلامی کو صرف نماز و روزہ وغیرہ عبادات تک محدود کر دیں۔ یا عبادات کو بھی ضروری نہ سمجھیں اور صرف "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" پر اکتفا کر لیں تو وہ بے عمل بنکر رہ جائیں گے۔ اگر جزا و سزا کا خوف و اُمید اپنے دل سے نکال دیں۔ تو دنیوی اغراض و مقاصد کی پوجا

Marfat.com

آجائے گی۔ اور اگر غیر اسلامی مسلک و طریقہ اختیار کرلیں تو اُن کی خصوصیات و مقومات مِٹ جائیں گی۔ پس جب تک ایک مسلمان کے ذہن میں یہ چاروں چیزیں پیوست نہ ہوں اور دل میں ایمان باللہ۔ ایمان بالآخرت اور ایمان بالرسالت راسخ نہ ہو جائے صحیح اسلامی زندگی میسر نہیں آسکتی۔ یعنی اسلامی زندگی کی بنیاد تین چیزیں ہیں۔ اللہ پر ایمان لانا۔ آخرۃ پر ایمان لانا اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا۔ ان کے بغیر دین کی صحیح روح حاصل نہیں ہوسکتی۔

خلاصہ یہ کہ دین طریق فکر و عمل کو کہتے ہیں۔ یہ ایک ہمہ گیر نظام کا نام ہے۔ آسان اور عام فہم لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ سوچ سمجھکر عمل کرنے کا نام دین ہے۔

دین کا مقصود کیا ہے؟

اصل میں وحی الٰہی کے نزول کی غرض یہ ہے۔ کہ انسانوں کو عقلیت پرستی۔ فکری گمراہی۔ غلط اندیشی۔ آزاد خیالی اور عملی ضلالت سے بچاکر اُن کے سامنے صحیح فکری اساس اور عملی بنیاد رکھدے۔ اور وہ ہلاکت و بربادی سے بچ جائیں۔ انسانیت کی تاریخ قرآنِ مبین نے پیش کی ہے۔ اُس سے یہ حقیقت نمایاں ہوتی ہے۔ کہ انسانوں پر جتنے بھی مصائب و آلام اور جتنی بھی بربادیاں آئیں۔ اُن سب کا اصل سبب فکر و عمل کی بے قیدی۔ عقل کی بے راہ روی۔ آزاد

آزاد خیالی، خدا فراموشی، خود فراموشی اور مطلق العنانی تھی۔ جن بدبخت انسانوں نے وحی الٰہی اور انبیاء علیہم السلام کی دعوتوں سے منہ موڑا۔ انھوں نے اپنی عقل پر بھروسہ کیا۔ اپنے نفس کی پیروی کی اور اپنے آپ کو ہر طرح آزاد اور مطلق العنان سمجھا۔ اس لئے بالآخر وہ تباہ و برباد ہو گئے۔

انبیاء علیہم السلام نے ہمیشہ انسانوں کو سمجھایا کہ زندگی ایک ناقابل تقسیم وحدت کا نام ہے۔ اپنی پوری کی پوری زندگی اللہ کے قانون کی پیروی کے لئے وقف کر دو۔ انسانوں کو یہ حق حاصل نہیں۔ کہ وہ فکر و خیال کی جس راہ پر چاہیں چل پڑیں۔ اور کسی مخصوص اساس فکر کا پابند نہ رہیں۔ مگر منکرین حق و صداقت نے اس کو نہ مانا اور دنیا میں ہمیشہ خود بھی خراب ہوئے۔ اور دوسروں کو بھی خراب کیا۔ یہی عقلیت پرستی، اغراض و مفاد کی بندگی اور مادہ پرستانہ اساس فکر انسانوں کو آج بھی حیوان بنا رہی ہے۔

اس بنا پر اسلام انسانوں کے دل و دماغ میں یہ چیز بٹھانا چاہتا ہے۔ کہ انسان کی فکر اس کے عمل کی بنیاد و محرک ہے۔ اگر فکر غلط ہے۔ تو عمل بھی غلط ہوگا۔ اگر فکر بے قید ہے۔ تو عمل بھی بے قید ہوگا۔ اور یہ فکر و عمل کی غلطی و بے قیدی ہی انسانوں کو خراب کرتی ہے۔ انسانوں کو یہ آزادی نہیں دی جا سکتی۔ اگر وہ اس آزادی کو زبردستی حاصل کریں گے تو اپنی تباہی کے سامان خود پیدا کر دیں گے۔

یاد رکھئے اسلام عقل و فکر کو بیکار و معطل کرنا بھی نہیں

چاہتا۔ بلکہ وہ کہتا یہ ہے کہ انسان اپنے عقل و فکر کی حدود سے واقف ہو جائے۔ اس سے صحیح طور پر کام لے۔ مگر اسکو حکمِ الٰہی کے ماتحت رکھے۔ عقل و فکر کو اتنی آزادی دیکر اسلام انسانوں کے لئے اساس فکر "ایمان باللہ" یعنی توحید کو قرار دیتا ہے۔ اور پھر عمل کو صالحیت کے ساتھ مشروط کر دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ انسان اس دنیا میں خدا کا نائب اور خلیفہ ہے۔ اُسے دنیا میں اسی حیثیت سے سوچنا اور رہنا چاہیئے۔ اور تمام امور و معاملات اور تمدن و معاشرت میں اُسے اللہ کی ہدایت پر عمل کرنا چاہیئے۔ پس دین کا مقصود یہ ہے۔ کہ انسانوں کو صحیح فکر، صحیح علم، صحیح عقل، صحیح عمل اور صحیح آزادی دیکر فلاح انسانیت کی تمام راہیں کھولدے۔

دین اور الدین

یاد رکھیئے دین سے مراد وہ طریقِ زندگی یا طرزِ فکر و عمل ہے۔ جس کی پیروی کی جائے۔ ایسا دین جس کی پیروی نہ کی جائے وہ ایک بے کار چیز ہے۔ یا صرف ذہنی آرائش کا سامان۔ پھر انسان غلط یا صحیح جو طریقِ زندگی بھی اختیار کرے وہی اس کا دین ہے۔ قرآن محض دین پیش نہیں کرتا۔ یعنی انسانوں سے یہ نہیں کہتا کہ تم جو طریقِ زندگی چاہو اختیار کر لو اپنے رہنما اپنے حاکم اپنے حاجت روا اور اپنے مشکل کشا آپ بن جاؤ۔ یا دوسروں کو بنا لو بلکہ وہ الدین پیش کرتا ہے۔ یعنی

Marfat.com

انسانوں کی پوری زندگی کا طریق اور ایسا طریق جو تمام زمانوں تمام حالتوں اور تمام انسانوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے کے لئے بس ایک ہی بہترین طریق ہے۔ پس اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ کے معنے یہ ہوئے کہ ہر زمانہ، ہر دور اور ہر حالت میں پوری نوع انسانی کے لئے اس دُنیا میں زندگی بسر کرنے کا طریق اللہ کے نزدیک وہی ہے جس کا نام اسلام ہے۔

قرآن حکیم نے انسانوں کو یہ سمجھا کر اعلان کر دیا ہے۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ ۔ جو شخص اسلام کے طریقوں کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا۔ وہ اُس سے ہرگز ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

طریق حیات صرف دو ہیں

اِس کے بعد قرآن مبین نے یہ بھی واضح کر دیا ہے۔ کہ دُنیا میں زندگی بسر کرنے کے دو ہی طریقے ہیں مؤمنانہ اور کافرانہ۔ مومنانہ طریقہ یہ ہے۔ کہ انسان پوری زندگی میں قانون الٰہی کی پیروی کرے۔ اور کافرانہ طریقہ یہ ہے۔ کہ انسان خدا کا منکر اور اُس کی ہدایت سے بے نیاز ہو کر اپنی زندگی کا نظام آپ بنا لے۔ زندگی کا کوئی تیسرا طریق نہ ہے اور

Marfat.com

نہ ہو سکتا ہے۔ قرآن میں منافقوں کا بھی ذکر ہے مگر نفاق مستقل طریقِ حیات نہیں بلکہ یہ اغراض و مفاد کی بندگی کا نام ہے۔ منافقوں کی روش یہ ہوتی ہے۔ کہ اگر ان کو مومنانہ طرزِ عمل اختیار کرنے میں اپنا فائدہ نظر آتا ہو تو ایمانداروں کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ اور اگر کافرانہ طور طریقے اختیار کرنے سے کام لینا ہو تو کافروں کے حامی بن جاتے ہیں۔ مومنوں کے طرزِ عمل کو دینِ حق اور کافروں کی روشِ حیات کو دینِ باطل کہا جاتا ہے۔ اسلام کے طریقہ کو چھوڑ کر انسان جو طریقہ بھی اختیار کرے وہ باطل ہے۔

دینِ حق کے علمبرداروں کیلئے دینِ باطل سے بیزاری لازمی ہے۔

ارشاد باری ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ دین میں کوئی جبر و سختی نہیں۔ ہدایت ضلالت سے واضح اور ممیز ہو چکی ہے۔ پس جس شخص نے طاغوت سے انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا۔ پس تحقیق اُس نے (زندگی کا) مضبوط رشتہ پکڑ لیا۔ جو کبھی نہ ٹوٹے گا اور

Marfat.com

اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

یعنی قرآنِ پاک نے جس الدین کو پیش کیا ہے۔ اُس نے ہدایت وضلالت کو واضح کرکے دنیا کے سامنے رکھدیا ہے وہ اپنی قبولیت کے لئے جبر وسختی نہیں چاہتا۔ اس لئے کہ اُس کا تعلق انسان کی عقل وفکر اور دل ودماغ سے ہے۔ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ۔ سو جس کی عقل مانے۔ دل چاہے۔ اور دماغ مطمئن ہو وہ اسپر ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کُفر کا راستہ اختیار کرے۔ مگر ایمان لانے والوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ ایمان کا دعوٰے وہی صحیح ہے جو کفر بالطاغوت کے بعد ہو۔ یعنی ایمان باللہ کا تحقق کفر بالطاغوت کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ جب اسطرح ایک شخص اللہ پر ایمان لے آئے تو گویا اُس نے زندگی کا ایک مضبوط رشتہ پکڑ لیا۔

جو شخص ایمان باللہ کا دعوٰے بھی کرتا ہے۔ اور طاغوت کا سہارا بھی لیتا ہے۔ وہ دینِ حق اور دین باطل دونوں کی حقیقت سے ناآشنا اور محض نام نہاد مومن ہے۔ ایمان کی تعریف کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ایمان اُن تمام دینی اُمور کے ساتھ جو ضرورت اور تواتر کے طریق سے ہم تک پہنچے ہیں۔ تصدیق قلبی سے مراد ہے۔ اور اقرار زبانی بھی ایمان کا رکن ہے۔ کہ سقوط کا احتمال رکھتا ہے اور کفر کافری اور کفر کے خصائص ولوازم مثلاً زنا

Marfat.com

ورہا وغیرہ برائیوں سے تبری کرنا اور بیزار ہونا اس تصدیق کی علامت میں سے ہے۔ اور اگر عیاذاً باللہ کوئی شخص تصدیق کا بھی دعوٰے کرے اور کفر سے بیزاری اور تبری بھی ظاہر نہ کرے۔ تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص دو دینوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو ارتداد کے نشان سے داغدار ہے۔ اور حقیقت میں اس کا حکم منافق کا سا ہے۔

پس ایمان کی تحقیق میں کفر سے تبری کرنا ضروری ہے۔ ادنٰے تبری یہ ہے کہ دل سے ہو اور اعلٰے یہ ہے۔ کہ دل اور جسم دونوں سے ہو۔ اور تبری سے مراد یہ ہے۔ کہ حق تعالٰے کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی کی جائے۔ وہ دشمنی خواہ دل سے ہو۔ جبکہ اُن کے ضرر کا اندیشہ ہو۔ خواہ دل اور جسم دونوں سے ہو۔ جب کہ اُن کے ضرر کا اندیشہ نہ ہو (مکتوب ۶۶۶ صـ۵۲۱)

یہ چیز عہد حاضر کے مسلمانوں کے لئے توجہ طلب ہے۔ کہ ایمان کی تحقیق میں کفر سے تبری کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا نہ کرے تو وہ دو دینوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔ اس لئے کہ ایمان اور کفر دو متضاد چیزیں ہیں۔ ایمان اور کفر سے جو زندگی تشکیل پاتی ہے۔ وہ از اوّل تا انتہا۔ دو مخالف سمتوں میں جاتی ہیں۔ زندگی میں کوئی مرحلہ ایسا نہیں آسکتا جہاں مؤمن اپنی خصوصیات و مقومات چھوڑ کر اور کافر اپنے خصائص و لوازم کو نظر انداز کر کے ایک ساتھ چلنے لگیں۔ مشرق کے راہی اور مغرب کے راہی کی

Marfat.com

منزل کبھی ایک نہیں ہوسکتی۔ جہاں نور ہوگا وہاں ظلمت نہیں ہوسکتی اور جہاں حق ہو وہاں باطل نہیں ٹھیر سکتا۔ لہٰذا جو احمق نور و ظلمت اور حق و باطل کو ایک جگہ جمع کرنا چاہے وہ دو دینوں کی تصدیق کرنے والا نہیں تو اور کیا ہے۔ لہٰذا قرآن کے علم و بصیرت کا سارا زور یہیں لگتا ہے۔ کہ مومن کفر اور کافرانہ طور طریقوں سے بالکل الگ رہیں۔ مومن اپنی خصوصیات کھوکر کافروں سے ملنے نہ پائیں۔ وہ کفر سے بیزاری کو ایمان کی شرطِ اول قرار دیتا ہے۔ اس کے بغیر دنیا سے ظلم و فساد اور گمراہی کی جڑ نہیں کٹ سکتی۔ کفر ایک مستقل گمراہی ہے۔ اور ایمان ایک مستقل ہدایت۔ ایمان الگ دین ہے۔ اور کفر علٰحدہ دین ہے۔ جب تک دین حق کے علمبردار دین باطل سے علٰحدہ اور بیزار ہیں۔ منشائے الٰہی پورا ہو رہا ہے۔ خواہ عملاً دین حق قائم ہو یا دینِ باطل۔ اور جب علمبرداران حق و صداقت دین باطل کے ماتحت زندگی بسر کرنے پر راضی ہو جائیں۔ تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ وہ سچے اور کامل ایمان سے محروم ہو گئے ہیں۔

اسلام صرف اتنا ہی نہیں چاہتا کہ مسلمان اپنے مخصوص عقائد، چند عبادات اور چند معاملات کو محفوظ رکھکر کفر کے ماتحت غلامانہ اور حقوق طلبانہ زندگی بسر کریں۔ بلکہ وہ یہ بھی چاہتا ہے۔ کہ مسلمان جس دین پر ایمان لائے ہیں۔ اور جس کو حق سمجھتے ہیں۔ اُس کو قائم بھی کریں۔ اگر مسلمان

Marfat.com

کفر سے بیزار اور باطل سے الگ نہ ہوں۔ تو یہ مقصود پورا نہیں ہوسکتا۔

کفر سے بیزاری کیوں ضروری ہے؟

اِس امر کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ کفر و باطل سے بیزاری و بے تعلقی ایسا ندار، نہ طریقِ حیات کے لئے لازمی ہے۔ اِس کی وجہ یہ نہیں کہ اسلام مسلمانوں کو دوسروں سے تعصب و عناد کی تعلیم دیتا ہے۔ بلکہ وہ یہ چیز اِس لئے چاہتا ہے۔ کہ اس کے بغیر فلاح انسانیت کا کام ہی سرانجام نہیں پا سکتا۔ کفر کی وجہ سے انسان تنزل و انحطاط اور بربادی کی طرف جا لتے ہیں۔ اور انکو یہ شعور بھی نہیں ہوتا۔ کہ وہ تباہی و بربادی کی طرف جا رہے ہیں۔ اس کے برخلاف وہ یہ سمجھتے۔ کہ ہم ترقی و کامیابی حاصل کر رہے ہیں۔ اُنکو اصلاح و افساد کی تمیز ہی نہیں ہوتی۔ وہ جہالت کو علم۔ ضلالت کو ہدایت۔ حماقت و نادانی کو عقل و فراست۔ ذلت کو عزت اور تنزل کو ترقی سمجھتے ہیں۔ اُن کی زندگی کی ہر چیز اُلٹی اور نتائج کے اعتبار سے فساد انگیز اور تباہ کن ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ ظاہر پرست ہوتے ہیں اور حقائق زندگی سے بالکل ناواقف۔ ہدایت الٰہی کی رہنمائی اس لئے ہوتی ہے۔ کہ انسان صحیح علم و عمل کے ذریعہ صحیح ترقی و کامیابی حاصل کریں۔ اور منکرین حق و صداقت اسلام کو

Marfat.com

فلاح انسانیت کا کام سرانجام نہیں دیتے مومن چاہتے ہیں دُنیا کے تمام انسانوں کا بھلا ہو۔ اور کافر چاہتے ہیں۔ کہ انسان جائیں بھاڑ میں۔ صرف ہمارا، ہماری قوم کا، اور ہمارے ملک کا بھلا ہو۔ اگر وہ فلاح انسانیت کا نام لیں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اعلیٰ درجہ کے مکار اور فریبی ہیں۔

انسان کو فریب میں مبتلا کرکے اُن پر اپنی خدائی قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے کہ ایمان باللہ۔ ایمان بالرسالت اور ایمان بالاخرت کے بغیر انسانیت کا سچا درد میسر ہی نہیں آسکتا۔ مومن اپنے مولا کی محبت و اطاعت کو امن و ترقی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اور کافر اپنے افکار و تخیلات اور تدبیروں میں امن و ترقی کو ڈھونڈ لیتے ہیں۔ اور انسانوں کو اپنی اطاعت کے دائرے میں لانا چاہتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ان دو حالات میں مومن کافروں کے ساتھ راہِ ترقی میں ایک قدم بھی نہیں اُٹھا سکتے۔ وہ اصلاح کے حامی اور یہ افساد کے بانی۔ اُن کے پاس علم و بصیرت اور یقین و اعتماد کا خزانہ اور ان کے پاس اوہام و ظنون، اور مادّی ذخائر اِن کے پاس انسانیت کا سچا درد اور ان کے سامنے اپنے اغراض و مفاد۔ بدیں وجہ مومن کے لئے کفر سے بیزاری ضروری ہے یعنی اسلام بنی نوع انسان کی ہمدردی و خیر خواہی اور اصلاحِ خلق کے لئے مومنوں کو کفر سے بیزاری کا حکم دیتا ہے۔

اس کے یہ معنے نہیں کہ مسلمان سیاسی و تمدنی اُمور میں

غیر مسلموں سے اشتراک و تعاون بھی نہیں کر سکتے. بلکہ مطلب صرف یہ ہے کہ مسلمان اپنے نصب العین. اپنے مسلک و نظریہ اور اپنی خصوصیات کو غیر مسلموں کی محبت و رواداری اور اطاعت و وفاداری پر قربان نہ ہونے دیں - اپنے طریقہ کو چھوڑ کر دوسروں کے طور طریقے اختیار نہ کریں. اپنے تمدن و معاشرت سے بیزار ہو کر اغیار کے تمدن و معاشرت پر فریفتہ نہ ہوں. اپنی تہذیب پر دوسروں کی تہذیب کو ترجیح نہ دیں. اپنی سیاست سے کنارہ کش ہو کر اجانب کی سیاست میں راحت و زندگی نہ ڈھونڈیں. اور اپنے نظام کے قیام سے غافل ہو کر غیر اسلامی نظاموں کے ماتحت آرام کی زندگی بسر کریں.

رہا اخلاق و ہمدردی اور شفقت و عنایت کا معاملہ اور نیکی کے کاموں میں اشتراک و معاون کا سوال، سو اس میں مسلمان غیر مسلمان اور دوست و دشمن سب برابر ہیں.

عزت خلق مسلمانوں کا امتیازی وصف ہے. مسلمانوں کو کافروں. مشرکوں. ملحدوں. فاسقوں. بدکاروں اور ظالموں کا دشمن نہیں ہونا چاہیئے. بلکہ کفر، شرک، الحاد، فسق و فجور، اور ظلم و فساد پر برقا جہندہ بنکر گرنا چاہیئے. حکیم مریض سے نہیں بلکہ مرض سے نفرت کرتا ہے. وہ مریض کو نہیں بلکہ مرض کو مٹانا چاہتا ہے. اسی طرح مسلمان کافروں سے نہیں بلکہ کفر سے نفرت کرتا ہے. کافروں کو نہیں بلکہ کفر کو مٹانا چاہتا ہے. اور دنیا والوں سے کہتا ہے ؎

Marfat.com

سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے۔

.....

اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ

بات صرف اتنی ہے۔ کہ اسلام مسلمانوں کی پوری زندگی قانون الٰہی کے مطابق اور اللہ تعالےٰ کے قبضہ و تصرف میں رکھنا چاہتا ہے۔ اور کفر اس قبضہ کو توڑتا اور انسان کو خدا کا باغی بناتا ہے! اس لئے اسلام مسلمانوں سے یہ چاہتا ہے کہ وہ زندگی کے کسی معاملہ اور مرحلہ میں کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہؐ سے بے نیاز ہو کر کافرانہ روش اختیار نکریں اس لئے کہ اسلام کے پورے نظام دین میں مرکزی اہمیت اخلاق اور طہارت نفس کو حاصل ہے وہ متاعِ ایمان و اخلاق کا ذرا سا نقصان بھی گوارا نہیں کرتا۔ لہٰذا جن جن افکار و اعمال اور جن جن طریقوں سے ایمان و اخلاق کو صدمہ پہونچتا ہو۔ وہ اُن سب سے مسلمانوں کو سختی کے ساتھ روکتا ہے۔ پس ایک سچا مسلمان یہ تو گوارا کر سکتا ہے۔ کہ اس کی مادی حیثیت پست ہو جائے وہ دولت و اقتدار سے محروم ہو جائے۔ اس کے پاس سیاسی قوت نہ رہے اور اُس کی سلطنت جاتی رہے۔ مگر یہ کسی طرح بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ اُس کے متاعِ ایمان و اخلاق کو صدمہ پہنچے۔ اگر مسلمان میں یہ روح اور یہ جذبہ کارفرما نہیں تو وہ

Marfat.com

اللہ کے نزدیک کچھ بھی نہیں اسلام تو مسلمانوں کو صرف اللہ کے لئے جینا اور اللہ کے لئے مرنا سکھاتا ہے۔ جب وہ اپنے لئے یا اپنی قوم کے لئے یا اپنے ملک کے لئے اور یا اپنی سلطنت کے لئے جینے مرنے لگے تو اس کی اسلامی حیثیت خاک میں ملجاتی ہے۔ اور اسلامی نقطۂ نظر سے اُس کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہتی۔ اسی لئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اعلان کرایا گیا۔

قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ کہہ دیجئے میری نماز۔ میری قربانی میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کیلئے ہے۔

اسی لئے مومن کی صفات میں سے ایک لازمی اور امتیازی صفت اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ بھی ہے۔ یعنی اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے دشمنی۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ ۔ رواہ ابوداؤد۔

حضرت ابوذر فرماتے ہیں۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہترین عمل اللہ کی راہ میں دوستی اور اللہ کی راہ میں دشمنی رکھنی ہے۔

یہ بہترین عمل اس لئے کہ اگر یہ صفت ایک مؤمن کے دل و دماغ میں اچھی طرح رسوخ حاصل کرے تو پھر اُس پر اَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَہْیِ عَنِ الْمُنْکَرِ کی تمام مشکلیں آسان ہوجاتی

ہیں۔ تمام طاغوتی طاقتوں کا ہیبت وجلال دل سے دور ہوجاتا ہے۔ اور اللہ کی راہ میں موت ایک بہت پیاری چیز بن جاتی ہے۔ یہ بات کسی اور عمل کو حاصل نہیں۔ یہ مومن کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ جس سے وہ ساری دُنیا کو جیت سکتا۔ اور انسانوں کے دلوں میں اپنا گھر بنا سکتا ہے۔ حقیقت میں ایمان کا عملی ثبوت اسی صفت سے ملتا ہے۔ یہ صفت جتنی قوی ہوگی اُتنی ہی بے عملی پیدا ہوگی۔ اسی لئے فرمایا۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ رواہ ابوداؤد

حضرت ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کے لئے محبت رکھی، اللہ کیلئے بغض رکھا، اللہ کیلئے دیا۔ اور اللہ کے لئے روکا تحقیق اُس نے ایمان کو مکمل کر لیا۔

یعنی اللہ کیلئے دوستی اور اللہ کیلئے دشمنی سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔ قرآن پاک نے مدارجِ ایمانیہ کو کئی جگہ بیان کیا ہے۔ جن کو میں اپنی جگہ پر بیان کروں گا۔ یہاں اتنا جان لیجئے کہ مومن کے اوصاف ومحاسن تقریباً تیس ہیں۔ اگر کوئی مسلمان ان اوصاف وکمالات کو حاصل کرنا اور سلوک ایمانیہ کو طے کرنا چاہے۔ تو اُس کو سب سے پہلے اپنے اندر اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ کی صفت پیدا کرنی چاہیئے۔ اِس کے بعد دیگر اوصاف کا حصول

آسان ہو جاتا ہے۔

اللہ کے لئے دوستی اور اللہ کیلئے دشمنی سے کیا مُراد ہے!

اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ کی اہمیت تو آپ نے سمجھ لی ہوگی۔ مگر یہ چیز ابھی صاف نہیں ہوئی۔ کہ آخر اس سے مُراد کیا ہے؟ اصل میں یہ چیز علم و اعتقاد سے تعلق رکھتی ہے۔ اللہ کے لئے دوستی سے مراد یہ ہے۔ کہ جو لوگ دیندار متقی، پرہیزگار، مجاہد اور اللہ کے پیارے ہوں اُن سے محبت و عقیدت رکھی جائے۔ اُن کی صحبت سے استفادہ کیا جائے اور اُن کے کارنامہائے حیات کو اپنے لئے عبرت و بصیرت کا ذریعہ بنایا جائے۔ نیز اس سے یہ بھی مُراد ہے۔ کہ انسانوں سے اس لئے محبت رکھی جائے۔ کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور ان کو اللہ ہی کی بندگی کا درس دیا جائے۔ تاکہ وہ معبودِ ان باطل اور ظالم حکمرانوں کی غلامی سے نجات پائیں

اللہ کے لئے دشمنی سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے منکر ہی نہیں۔ بلکہ اس کے باغی ہوں۔ غرور و انانیت کے نشہ سے سرشار ہوں۔ ظلم و عدوان پر کمربستہ ہوں۔ صدر و شرارت سے حق و صداقت کے دشمن ہوں۔ اور کما حقہ اتمام حجت کے بعد بھی راہ راست پر نہ آتے ہوں تو ان سے نفرت

کی جائے۔ اُن کی طاقت کو توڑا جائے۔ اُن کے مکر و فریب سے دُنیا کو آگاہ کیا جائے۔ اور اُن کے پھیلائے ہوئے ظلم و فساد کو روکا جائے۔

یہ بھی جان لیجئے کہ یہ صفت ہمیں کیونکر میسر آ سکتی ہے سو معلوم ہونا چاہئے قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی صفات کے بیان سے لبریز ہے۔ وہ دو قسم کی صفات ہیں۔ صفات جمال و کمال۔ اور صفاتِ جلال۔ صفاتِ جمال کے علم و شعور اور یقین و اعتماد سے اَلْحُبُّ لِلّٰہِ کا جذبہ پرورش پاتا ہے اور صفاتِ جلال کے علم و یقین سے بُغْضُ لِلّٰہِ کا جذبہ قوی ہوتا ہے۔

ان مباحثات کا خلاصہ یہ ہُوا کہ مسلمان دنیا میں اللہ کا سپاہی، امن کا محافظ، عدل و انصاف کا حامی، نیکی کا علمبردار اور بدی کا دشمن ہے۔ نیکی کی محبت اللہ کی محبت ہے۔ اور بدی کی دشمنی اللہ کے لئے دشمنی ہے۔ تبلیغ اسلامی زندگی کا مرکزی ستون ہے۔ اسکو ہر زمین اور ہر زماں میں مبلغ ہونا چاہئے اگر اسلامی زندگی سے اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ خارج ہو جائے تو وہ زندگی مکمل اسلامی زندگی ہی نہیں رہتی۔ پس انفرادی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں سے مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ وہ ہر جگہ ہر طبقہ ہر گروہ۔ ہر ادارے، ہر قوم۔ ہر ملک۔ ہر نظم، ہر نظام میں احقاقِ حق۔ اور ابطالِ باطل کا کام کریں۔ باطل کو جہاں بھی پائیں اسپر حق کی کاری ضرب لگائیں۔ حق کو زبان سے بھی

Marfat.com

کہیں ۔ اور اُس کو قائم کرنے کی عملاً جد وجہد بھی کریں۔ باطل کو زبان سے بھی باطل کہیں۔ اور امکانی حد تک اُس کا سر بھی کچلیں۔ نیکی کو زبان سے بھی نیک کہیں۔ اور اپنے عمل سے اُس کا مظاہرہ بھی کریں ۔ بدی کو زبان سے بھی بدی کہیں اور عملاً اُس سے اجتناب بھی کریں ۔ غرض یہ کہ ہر ہر پہلو اور ہر ہر طریقہ سے اسلام کا فکری و عملی مظاہرہ کریں۔ تاکہ اللہ کے بندوں پر اچھی طرح اتمام حجت ہو جائے۔ نیکی کی قوت اُبھر آئے ۔ اور بدی کی کمر ٹوٹ جائے ۔ یہ ہے اللہ کے لئے دوستی اور اللہ کے لئے دشمنی کا مطلب اور اُس کی عملی صورت ۔

اِسلام مسلمانوں کو کامل بے تعصبی اور غیر جانبداری کی تعلیم دیتا ہے۔

چونکہ اسلام نظم عالم کا خاکہ، تمدن انسانی کا نقشہ اور فلاح انسانی کا ایک ایسا پروگرام دنیا کے سامنے رکھتا ہے ۔ جس سے انسانی زندگی کو ظلم و فساد اور قتل و غارت کی ہولناکیوں اور جنگ و جدل کی لعنتوں سے نجات ملتی ہے ۔ دنیا میں خوشحالی ۔ امن اور ترقی کا دور دورہ ہوتا ہے ۔ اور انسانوں کو راحت و آرام کی زندگی میسر آتی ہے ۔ اس لئے وہ ملت مسلمہ کا فریضہ دُنیا کے امن و آسائش کی محافظت اور پاسبانی

قرار دیتا ہے۔ اور اُن کو تاکید و ہدایت کرتا ہے۔ کہ وہ کامل بے تعصبی اور غیر جانبداری کے ساتھ دُنیا سے تمام ظالمانہ و مفسدانہ نظامات کو مٹا کر اسلام کا عادلانہ و مصلحانہ پروگرام نافذ کریں اس کام میں وہ ذاتی اور قومی اغراض و مقاصد کی آمیزش گوارا نہیں کرتا۔ اور کہتا ہے۔ کہ فلاح انسانی کا کام کامل بے غرضی سے ہونا چاہیئے۔ اسکو سیاسی نفوق اور معاشی فوائد سے پاک رہنا چاہیئے۔ اور محض رضائے الٰہی کی طلب کو اپنے سامنے رکھنا چاہیئے۔

یہ کام اسوقت تک سرانجام نہیں پا سکتا۔ جب تک مسلمان پورے طور پر اپنے آپ کو خدا کے حوالہ نہ کردیں۔ اِس لیئے مسلمانوں سے اسلام کا پہلا مطالبہ یہ ہے:۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً ۔

اے ایمان والو اسلام میں پورے طور پر داخل ہو جاؤ۔

ایسا نہ کرو کہ زندگی کے بعض مسائل و معاملات میں اللہ کے حکم پر چلو۔ بعض میں اپنی خواہشات کی پوری پیروی کرنے لگو۔ بعض میں آبائی رسم و رواج کے مطابق عمل کرو اور بعض میں انسانوں کے قوانین پر چلنے لگو۔ عقائد میں۔ خیالات میں۔ جذبات و احساسات میں۔ عبادات میں۔ معاملات میں۔ اخلاق میں معاشرت میں۔ معیشت میں۔ سیاست میں اور تمدن میں زندگی کے ہر پہلو میں حکم الٰہی پر چلو۔ اپنی زندگی کو آوارہ اور منتشر نہ ہونے دو۔ چنانچہ حضرت ابن عمر۔ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

Marfat.com

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبْعًا لِمَا جِئْتُ بِہٖ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص سچا اور کامل مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک اُس کی خواہش اُن احکام کے تابع نہ ہو جائے جو میں خدا کے طرف سے لایا ہوں۔

- - - - - - - ●●●● - - - - - - -

حقیقت اسلام

اسلام عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ سپرد کر دینا جھک جانا، اور اطاعت قبول کرنا۔ اور الاسلام کے معنے ہیں۔ خدائے تعالےٰ کے سامنے اپنی خودسری، انانیت تکبر، آزادی اور مطلق العنانی سے ہاتھ اُٹھا لینا۔ خدائے تعالےٰ کے سامنے جھک جانا اور اُس کی اطاعت قبول کرنا علاوہ ازیں اس کے مفہوم میں یہ دو باتیں خاص طور پر قابل غور ہیں۔

(۱) بطور پیشگی ایک چیز کا مول دینا۔

(۲) کسی کو اپنا کام سونپنا۔

ان دو باتوں کو قرآن حکیم نے شد و مد کے ساتھ نمایاں طور پر بیان کیا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ط

تحقیق اللہ تعالےٰ نے مومنوں سے اُن کے جان و مال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے۔

انسانوں کو متاعِ دنیوی میں سب سے زیادہ پیاری چیز دو ہی ہیں۔ جان اور مال مومن اپنی یہی دو چیزیں اپنے مولا کو مول دیتا ہے۔ اور اپنی ساری زندگی اُسی کے حوالہ کر دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ مومن کی ذہنیت یہ ہونی چاہیے کہ وہ اپنی جان اور اپنے مال کو اپنا نہ سمجھے بلکہ ان کو خدا کی امانت سمجھے۔ جہاں اللہ کا حکم ہو انکو بیدریغ صرف کر دے اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھیے۔ کسی مذہب کی خوبی اور حقیقی کمال یہ نہیں۔ کہ وہ پاکیزہ بلند اور عمدہ اخلاقی اصول و قوانین ایک کتابی صورت میں اپنے متبعین کو دیدے اور پھر انکو آزادی دیدے کہ چاہے اُن پر عمل کریں اور چاہے نکریں۔ بلکہ اصل خوبی اور حقیقی کمال یہ ہے۔ کہ اُن کی ذہنیت میں ایک انقلابِ عظیم بھی برپا کر دے اُن کے جذبات و احساسات بدل دے۔ اور اُن میں اطاعت کی روح بھی پیدا کر دے اس آیۃ کریمہ سے قرآنِ حکیم یہی چاہتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی ذہنیت بدل جائے۔ اور اُن روح اطاعت پیدا ہو جائے۔

فتنہ و فساد اور فسق و عصیاں کا منبع

غور کیجئے دُنیا میں فتنہ و فساد کی جڑ اور فسق و عصیان کا

Marfat.com

منبع یہی دو چیزیں ہیں۔ جان، اور مال، انسان انہی کی محبت وحفاظت میں اندھا ہو کر قانونِ الٰہی کو توڑتا اور چاہِ ضلالت میں گرتا ہے۔ لہٰذا جب تک انسان ان دونوں چیزوں کی محبت پر قابو نہ پالے اور ان کو خدا کے حوالے نہ کردے وہ کامل طور پر قانون الٰہی کا مطیع ومنقاد نہیں بن سکتا۔ اسلام فطری مذہب ہے۔ وہ ان دونوں چیزوں کی محبت کو دل سے نکالنا نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے۔ کہ انسان ان پر خدا کی محبت کو غالب کردے۔ چنانچہ قرآن پاک نے مومن کی یہی شان بتلائی ہے۔ کہ وہ سب چیزوں سے زیادہ اللہ کو محبوب رکھتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۔ اور جو مومن ہیں وہ اللہ سے شدید محبت رکھتے ہیں۔

محبت الٰہی دین اسلام کی اصل ہے

یہ تو ہر شخص جانتا ہی ہے اسلام مسلمانوں سے دو چیزوں کا مطالبہ کرتا ہے۔ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ایمان لاؤ اور نیک عمل کرو ایمان سے مراد علم اور عمل سے مراد اطاعت ہے۔ اطاعت سے پہلے علم کا ہونا ضروری ہے یعنی انسان جس کی اطاعت کرنا چاہتا ہے۔ اس کے متعلق معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اس کی اطاعت کیوں کرنی چاہیئے۔؟ اگر اس کی اطاعت کروں گا۔ تو اس کا کیا انعام ملیگا؟ اور

اگر اُس کی نافرمانی کروں گا۔ تو اُس کی کیا سزا ملے گی۔ یہ فطری چیز ہے کہ انسان کسی کی اطاعت یا تو انعام کے لالچ میں کرتا ہے۔ اور یا سزا کے خوف سے مگر اسلام اللہ تعالی کی اطاعت محبت کے جذبہ کے ماتحت کرانا چاہتا ہے۔ لہذا محبت الٰہی دین اسلام کی اصل ہے۔ اس لئے کہ اُس سے اطاعت الٰہی کی روح پیدا ہوتی ہے۔ اور ریا کاری کی جڑ کٹتی ہے۔

بعض مفسرین نے کہا ہے۔ کہ بعض لوگوں نے عہد نبوت میں اللہ کی محبت کا دعوٰی کیا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ الخ کہدیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ بھی تمہیں دوست رکھیگا۔

"الدین الخالص" میں ہے۔

وھذہ یسمی اٰیۃ المحبۃ۔ ھذا اشارۃ الی دلیل المحبۃ وثمرتھا وفائدتھا فدلیلھا وعلامتھا اتباع الرسول صلے اللہ علیہ وسلم و فائدتھا وثمرتھا محبۃ المرسل فما لم تحصل المتابعۃ فلا محبتکم لہ حاصلۃ۔ یہ آیت آیت محبت کہلاتی ہے۔ اور اس میں محبت کی دلیل۔ اُس کے ثمرہ اور اُس کے فائدہ کی طرف اشارہ ہے۔ پس اللہ کی محبت کی دلیل وعلامت اتباع رسول ؐ ہے۔ اور اس کا فائدہ وثمرہ رسول کی محبت ہے۔ سو جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ

Marfat.com

علیہ وسلم کی متابعت حاصل نہیں۔ اُس کو اللہ کی محبت بھی حاصل نہیں۔

یعنی محبت الٰہی کوئی مقصود بالذات چیز نہیں۔ بلکہ ذریعہ ہے اتباع رسولؐ کا گویا اللہ کی محبت کا دعوٰی اتباعِ رسول سے ثابت ہوتا ہے۔ جو رسولؐ کا متبع نہیں وہ اللہ کا محب بھی نہیں۔

محبت اور تعظیم و تکریم کے پانچ محرک

اللہ کی محبت اس بات کی مقتضی ہے۔ کہ اُسکی عبادت کی جائے۔ اس لئے اسلام مسلمانوں کو نماز کے ذریعہ دن میں پانچ مرتبہ اُن کی زبان سے اقرار کراتا ہے کہ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ نہ تیری محبت میں کسی کو شریک کرتے ہیں۔ اور نہ تیری عبادت میں۔ ہماری محبت اور عبادت کا مستحق فقط تو ہی ہے۔ اسی نماز میں اسلام نے صفت رب بھی پیش کی ہے۔ یہ صفت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اللہ ہی سے ہر کام میں مدد مانگی جائے۔ چنانچہ نماز ہی یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ ہم خاص تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ اپنی حاجات و مشکلات میں کسی مردہ یا زندہ انسان کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ اپنے جیسے انسانوں پر بھروسہ و اعتماد نہیں کرتے اور اُن سے مدد نہیں مانگتے۔ اس کے ساتھ ہی قرآن نے رب کے بعد رحمٰن کا تصور پیش کیا ہے۔ اللہ

کی اس صفت کا علم و یقین مومن میں یہ جذبہ پیدا کرتا ہے۔ کہ اُس سے سیدھی راہ کی رہنمائی کی درخواست کی جائے چنانچہ وہ اپنی نمازوں میں کہتا ہے۔ کہ ہم کو سیدھی راہ دکھا اس کے بعد رحیم کی صفت انعام الٰہی پر دلالت کرتی ہے۔ اور نمازی کہتا ہے۔ کہ ہم کو ان لوگوں کے رستہ کی طرف رہنمائی کر جن پر تو نے انعام کیا۔ اس سے مومنوں کو صِرَاطَ مستقیم پر استقامت کی توفیق ملتی۔ اور وہ اپنی اطاعت و بندگی سے نعمائے الٰہیہ کے مستحق ٹھیرتے ہیں۔ مگر اطاعت الٰہی کی راہ میں سب سے بڑا خطرہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اطاعت گذار کہیں راہ حق سے نہ بھٹک جائے ضال اور مغضوب علیہم میں سے ہو جائے بدکاروں شریروں اور گمراہوں کا تعلق اللہ تعالےٰ کی صفت مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ سے ہے۔ یہ صفت مومنوں کو بیدار اور متنبہ رکھتی ہے۔ حق و باطل اور خیر و شر کا فہم و شعور عطا کرتی ہے۔ شریروں اور گمراہوں سے نفرت و اجتناب پر اُبھارتی ہے۔ اور گمراہوں کو ڈراتی ہے۔ کہ اگر تم کو تمہاری بغاوت و نافرمانی اور ظلم و شرارت کی اس دُنیا میں فوری سزا نہیں ملتی۔ تو مرنے کے بعد تو مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ سے کسی طرح نہیں بچ سکتے۔

پس اسلام سورہ فاتحہ کے ذریعہ مسلمانوں کو خدا تعالےٰ کی سچی معرفت۔ اُس کا علم و یقین عطا کر کے اور صراط مستقیم کی ہدایت و رہنمائی فرما کر خدائے تعالےٰ کی محبت و

Marfat.com

اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے۔

کسی کی محبت اور تعظیم و تکریم کے محرک پانچ ہوتے ہیں۔

(۱) عشق :۔ عشق محبت کی آخری منزل ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ شدید محبت کو عشق کہتے ہیں۔ محبت میں محبوب کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کیا جا سکتا ہے۔ لیکن عشق کسی غیر کی شرکت گوارا نہیں کرتا۔ قرآن پاک مسلمانوں کو عشق الٰہی کے اس مقام تک لانا چاہتا ہے۔ جہاں پہنچکر اُن کا دل عشق الٰہی سے بھرپور ہو جائے اور غیر اللہ کے عشق و محبت سے ان کا دل بالکل خالی ہو جائے۔

اس کو میاں بیوی کی محبت و تعلق کو اپنے تصور میں لاکر سمجھئے دنیا میں انسانوں کے درمیان جتنی بھی محبتیں اور تعلقات ہیں۔ اُن میں سب سے اعلیٰ اور مکمل محبت و تعلق میاں بیوی کے درمیان ہوتا ہے۔ اس محبت و تعلق کا طبعی تقاضا یہ ہوتا ہے، کہ بیوی صرف میاں کے لئے مخصوص ہو کر رہے۔ اپنے جنسی شعور و جذبہ اور حسن و رعنائی کو اپنے میاں کے لئے خاص کر دے اور اپنے راحت و آرام پر میاں کے راحت و آرام کو مقدم رکھے۔ اسی طرح میاں بھی ان سب چیزوں کو اپنی بیوی کے لئے مخصوص کر دے۔ دونوں میں جسم و روح کا اتصال ہو جائے دونوں کی زندگی میں یک جہتی۔ یک رنگی، اور ایک رنگی پیدا ہو جائے۔ اور دونوں کی طرف سے مغائرت کدورت۔ انتشار اور آوارہ کی ختم ہو جائے

Marfat.com

میاں بیوی کا تعلق خاص قدر و منزلت چاہتا ہے۔ اس میں بیوی کسی اور کو میاں کے ساتھ مِلانا اور شریک کرنا نہیں چاہتی اور نہ میاں کو چاہیئے کہ وہ اس میں کسی غیر کی شرکت گوارا کرے۔ یہ ہے عاشقانہ و مخلصانہ رنگ جو عبد و معبود میں اس سے بدرجہا بڑھکر ہونا چاہیئے۔ یعنی عبد کو صرف اپنے معبود حقیقی کیلئے خاص ہو جانا چاہیئے۔

(۲) محبّت

ہر اچھی چیز سے انسان فطری طور پر محبت کرتا ہے۔ حُسن و کمال پر اُس کا دل خود بخود فریفتہ ہوتا ہے۔ پھر جو شخص کسی پر احسان بھی کرے۔ تو دل چاہتا ہے۔ کہ اُس سے محبت کی جائے۔ اور اُس کی تعریف کی جائے۔

سورہ فاتحہ کے ذریعہ قرآن پاک اس محرک کو بھی اُبھارتا ہے۔ اور ہمارے سامنے یہ تصور لاتا ہے۔ کہ اِس کائنات عالم میں جہاں اور جس جس میں بھی حسن و کمال ہے۔ وہ سب کا سب باری تعالےٰ عزاسمہٗ کے حسن و کمال کا فیض اور قدرت فیاضہ جلیلہ کا احسان اور فضل و کرم ہے۔

اِس لئے اللہ تعالےٰ ہی ہماری حمد و ثنا کا مستحق ہے یہ محبانہ قدر و منزلت بھی اللہ ہی کے لئے مخصوص ہونی چاہیئے۔

Marfat.com

(۳۳) شکر

اِنسانی نقطۂ نظر سے ہمارے لئے روحانی وجسمانی طور پر جتنے بھی مدارج ومقامات ہو سکتے ہیں۔ اور فلاح وسعادت کی جتنی بھی راہیں ہیں۔ اُن کی بنیاد تین چیزوں پر ہے۔ علم۔ حال اور عمل علم اصل ہے۔ پہلے اُس سے حال پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر عمل۔ قرآن پاک ہمارے دل ودماغ میں یہ چیز اُتارنا اور پیوست کرنا چاہتا ہے۔ کہ بندوں کو روحانی وجسمانی طور پر جتنا بھی سامان حیات ملا ہے۔ وہ سب کچھ بندوں پر باری تعالےٰ کا احسان وفیضان ہے۔ یہی جذبہ شکر کی حقیقت ہے۔ یہ علم جتنا زیادہ ہوگا۔ اُتنا ہی زیادہ جذبۂ شکر پیدا ہوگا۔ اس علم ویقین سے دل کا خوش ہونا حال ہے۔ قرآن پاک ہمیں صرف اسی علم وحال میں نہیں رکھتا۔ بلکہ اِس سے آگے بڑھا کر یہ بھی کہتا ہے۔ کہ اگر تم اس علم ومعرفت میں سچے ہو تو اس کا ثبوت اپنے عمل سے دو۔ یعنی خداوند عالم کی طرف سے تمہیں جو کچھ بھی ملا ہے۔ اس سے احکام الٰہی کے مطابق کام لو۔ اپنے ظاہری وباطنی قوٰی سے صحیح طور پر کام لو۔ اور منشائے الٰہی کے مطابق دنیا میں رہو۔ اور اشیائے عالم میں تصرف کرو۔

قرآن حکیم ہمیں ہدایت کرتا اور بصیرت ورہنمائی دیتا ہے

Marfat.com

کہ اِس بات کو اچھی طرح جان لو اور اس پر یقین کر لو کہ ہمیں جتنی بھی نعمتیں ملی ہیں۔ اور ہمارے پاس سامان حیات کی صورت میں جو کچھ بھی ہے۔ وہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کرم فرمائی و عطا میں اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اس علم و یقین کے بعد منعمِ حقیقی کے احکام کے مطابق پوری جد و جہد کے ساتھ عمل کرو۔

(۴) معاوضہ

اگر کسی شخص نے ہم پر کوئی احسان کیا ہو تو ہم دل سے چاہتے ہیں کہ ہم اس کو اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ معاوضہ دیں۔ محسن کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھیں۔ لیکن جب ہم کسی صورت سے بھی اپنے محسن کو کوئی معاوضہ نہیں دے سکتے ہیں۔ تو اپنی ناقابلیت اور تقصیر کا اعتراف کر لیتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے ہمپر بیشمار احسانات کئے ہیں۔ ان کا ہم کسی صورت سے بھی معاوضہ نہیں دے سکتے۔ اِس اعتراف تقصیر کا تقاضا یہ ہے۔ کہ ہم محسن حقیقی کی اطاعت و فرمانبرداری کریں۔ یہی سچی عبدیت ہے۔ اور قرآن اِس اعتبار سے بھی ہم میں احساسِ بندگی پیدا کرنا چاہتا ہے۔

(۵) خوف

اگر کوئی شخص ہم سب سے زیادہ طاقتور، باجبروت۔ بالادست باختیار۔ بلند اقبال اور صاحب اقتدار ہو تو ہم اُس کی عزت

وتکریم اور قدر ومنزلت اس خوف سے کرتے ہیں۔ کہ کہیں وہ ہماری کسی بات سے ناراض نہ ہو جائے۔ اور اُس کی ناراضی سے ہمیں کوئی تکلیف ونقصان نہ پہنچ جائے۔

قرآن اس خائفانہ تعظیم وجذبہ سے بھی ہم میں عبدیت الٰہی کی روح پیدا کرنا چاہتا ہے۔

ان پانچوں راستوں اور طریقوں سے قرآن پاک ہم میں یہ شعور واحساس اور علم وعمل پیدا کرنا چاہتا ہے۔ کہ ہم اس دنیا میں اللہ کا بندہ بن کر رہیں۔ اپنے مقصدِ حیات کو پہچانیں اپنے فرائض سے آگاہی حاصل کریں۔ اوامر الٰہیہ کی پابندی کریں۔ اور نواھی سے اجتناب کریں۔ زندگی کے کسی معاملہ اور مرحلہ میں بھی نہ اپنی خواہشات پر چلیں۔ نہ آبائی رسم ورواج کی پیروی کریں۔ اور نہ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کی پابندی کریں۔ لیکن افسوس کہ ہم اس عبدیت الٰہی کے سچے اور کامل جذبہ سے محروم ہیں۔

انسان کو گمراہ اور تباہ کرنے والی سات بُرائیاں

قرآن مبین نے ہمیں پوری تفصیل کے ساتھ بتلا دیا ہے۔ کہ سعادت وشقاوت کی راہیں کونسی ہیں۔ قوموں کے عروج وزوال کے حقیقی اسباب کیا ہیں۔ اور ارتقائے انسانیت کا صحیح راستہ کونسا ہے۔؟ اسی ضمن میں انسانوں کو عموماً اور

مسلمانوں کو خصوصاً یہ بھی بتلا دیا گیا ہے۔ کہ انسان کن باتوں سے گمراہ اور تباہ ہوتے ہیں۔

وہ سات برائیاں اور بدیاں یہ ہیں۔ ناامیدی۔ حرص۔ بخل۔ سستی۔ خودبینی۔ وہم پرستی۔ اور سرکشی جب کسی ہدایت یافتہ اُمت میں یہ برائیاں پیدا ہو جائیں تو وہ گمراہ اور بالآخر تباہ ہو جاتی ہے۔ یہ برائیاں کفر، شرک اور بدعت سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور انسانوں کی تمام ترقیوں کامیابیوں اور کمالات کو لے ڈوبتی ہیں۔ ہم سے پہلے جتنی قومیں بھی تباہ ہوئیں وہ انہیں امراض کی وجہ سے تباہ ہوئیں۔

اِن سات بدیوں سے قرآنِ پاک ہم کو کیونکر بچاتا ہے؟

(۱) ناامیدی کا علاج یہ بتلایا ہے۔ کہ جب بھی کوئی کام کیا کرو اللہ کا نام لیکر کیا کرو۔ اُس کی رحمت پر نظر رکھا کرو۔ امکان بھر اُس کے مادی اسباب و ذرائع مہیا کر لیا کرو۔ یہ دیکھ لیا کرو کہ اس کام کے متعلق اللہ پاک کا کیا ارشاد ہے۔ اگر وہ جائز ہے۔ تو اس کی حدود کیا ہیں۔ اور پھر پوری جد و جہد۔ سرگرمی و مستعدی کے ساتھ اُسے سرانجام دو۔ ناکامی کا خیال تک بھی اپنے نزدیک نہ آنے دو۔ اور کامیابی و ناکامی کسی حال میں بھی خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔ اور اگر معلوم ہو۔ کہ وہ کام

Marfat.com

ناجائز ہے تو اُسے چھوڑ دو۔ اور پھر اُس میں اپنی قوتیں ضائع کرکے خدا کے نافرمان نہ بنو۔

اِسی ضمن میں اسلام مسلمانوں کو ایک بنیادی اور مقدم بات سمجھنا چاہتا ہے۔ اور وہ نیت کا معاملہ ہے۔ نیت تمام حرکات وسکنات اور اقوال و اعمال سے ناامیدی کو نکالدینا چاہتا ہے۔ پس نیت کی حقیقت کو بھی اچھی طرح سمجھ لیجئے۔

تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

صحیح بخاری کی پہلی اور مشہور حدیث ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ یعنی اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ اِسی بنا پر رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال اور صورت کو نہیں دیکھتا۔ وہ تو تمہارے دل اور کردار کو دیکھتا ہے۔ اس لئے کہ محلِ نیت دل ہی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے دیکھنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ اپنے دل کو درست کرو۔ اس میں اللہ کی محبت واطاعت کے جذبہ کو اچھی طرح بٹھاؤ۔ تاکہ دل پاک ہوجائے جب دل پاک ہوگا۔ تو نیت بھی پاک ہوگی۔ جب نیت پاک ہوگی۔ تو اعمال بھی صالح ہونگے۔ اور جو اعمال صالح ہوں وہ ضائع نہیں جاتے۔ اگر وہ اس دنیا میں اپنے نتائج پیدا نہ کریں۔ تو ذخیرۂ آخرت بن جاتے ہیں۔ لیجئے صاحب اسلام نے پہلے ہی قدم پر ناامیدی کی جڑ کاٹ کر رکھدی

Marfat.com

اور مسلمانوں کو کامیابی کا وہ گُر بتلا دیا۔ جس میں ناکامی کا سرے سے اندیشہ ہی نہ رہا۔ یعنی ایک سچے مسلمان کے لئے ناکامی کا لفظ ہی کوئی چیز نہیں۔

(۲) حرص اور اُس کا عِلاج

جن چیزوں کا انسان اس دُنیا میں حریص رہتا ہے۔ اُن میں سے دو چیزیں بڑی خطرناک اور تباہ کن ہیں۔ وہ دو چیزیں مال و نعمت اور جاہ و حشمت ہیں۔ مال و جاہ کا فتنہ و فساد وہ ہے جس میں مبتلا ہو کر قومیں فنا کے گھاٹ اُتریں۔ مصیبت یہ ہے۔ کہ انسان کو مال کے سوا چارہ بھی نہیں۔ اس لئے کہ کھانا۔ لباس۔ مکان۔ اور دیگر ضروریات زندگی اس کے بغیر مُیسر نہیں آتیں۔ اِسی قرآن نے اس کو قوام زندگی کہا ہے۔ زندگی مال ہی کے بل بوتے پر قائم ہوتی ہے اس بنا پر انسان حصول مال و دولت پر مجبور ہے۔ مگر وہ اس بات میں مختار و آزاد ہے۔ کہ مال کو جائز طریقہ سے حاصل کرے یا ناجائز طریقہ سے۔ پھر اس کو حاصل کر کے جائز اخراجات پر صرف کرے یا ناجائز مصارف پر۔ مال و دولت اور عیش و آرام بذات خود کوئی بُری چیز نہیں۔ بُری چیز تو یہ ہے۔ کہ انسان مال و دولت کا پجاری بن جائے۔ جائز ناجائز ہر طریقہ سے دولت کمانے پر کمر باندھ لے۔ خدا، رسول، آخرت، اور شریعت کو بالکل ہی فراموش

Marfat.com

کر دے۔

مال عیش وعشرت کا ذریعہ بھی ہے۔ اور زادِ آخرت بھی اگر یہ میسر آجائے تو غرور و تکبر اور عیش وعشرت کا فتنہ اور اگر نہ ملے تو محتاجی، ذلت۔ گداگری اور بالآخر کفر کا خوف گویا مال زہر بھی اور تریاق بھی فتنہ بھی ہے۔ اور رحمت بھی۔ اگر سچے اور کامل مومن کے ہاتھ میں ہو تو تریاق اور رحمت ہے۔ اور اگر بے شعور ایمانی اوصاف سے محروم اور ناتربیت یافتہ مسلمان کے قبضہ میں ہو تو زہر اور فتنہ ہے۔ فقیر ومحتاج کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ ایک حرص۔ دوسری قناعت۔ حرص کی دو حالتیں ہیں۔ ایک لوگوں سے طمع کرنا۔ اُن کے مال پر نظر کرنا۔ طرح طرح کے مکر وفریب اور حیلوں۔ بہانوں سے اُن کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالنا پیر۔ مولوی۔ لیڈر۔ واعظ اور بادشاہ بنکر۔ دوسری اپنے ہاتھ سے کسب کرنا۔ محنت ومزدوری۔ تجارت وزراعت اور صنعت وحرفت کے ذریعہ اپنی روزی پیدا کرنا۔ امیر کی بھی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ ایک بخل وامساک۔ دوسری سخاوت۔ اسلام کسب وسخاوت کی تعلیم دیتا۔ اور حرص وطمع اور بخل وامساک کو مٹاتا ہے۔ مسلمانوں کو قناعت کرنا آخرت کی طرف متوجہ رہنا۔ اور معاشی قوت وتوانائی حاصل کرنا سکھاتا ہے۔

اسلام کا کمال یہ ہے۔ کہ وہ جائز حصولِ معاش کی راہیں مسلمانوں کے سامنے کھولکر اُنکو آزاد چھوڑ دیتا ہے۔ اور

کہتا ہے۔ خوب کماؤ، اچھا کھاؤ۔ عمدہ پہنو۔ مال کو جائز ضرورتوں میں خرچ کرو۔ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے خوب خوب جہاد کرو۔ مگر دل کو مال کی محبت سے پاک رکھو۔ جاہ پسندی کو اپنے دماغ میں نہ پیدا ہونے دو۔ عاجزی۔ فروتنی اور عبدیت اختیار کئے رہو۔

قرآن پاک کی ابتدا میں ہی ہمیں یہ سبق دیا گیا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ ہی ذاتی طور پر تمام محاسن۔ محامد اوصاف اور کمالات کا مالک ہے۔ وہ رب العالمین ہے۔ تمام انسانوں کی تربیت و پرورش۔ خبر گیری۔ نگرانی۔ اصلاح حال خدا ہی کرتا ہے۔ اس نے جو کچھ بھی پیدا کیا ہے۔ ہمارے لئے پیدا کیا ہے۔ ہمیں کامل و مکمل بنانے کے لئے جتنی چیزیں بھی ضروری تھیں۔ اس نے اس کائنات میں ان سب چیزوں کا انتظام کر دیا ہے۔ جن کی مدد سے ہم پورا کمال حاصل کر سکتے اور اچھی و کامیاب زندگی کے مالک بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں محض اپنی رحمت سے زندگی کا سارا سامان مہیا کر دیا ہے اور ہمیں سب کچھ اسی کے خزانوں سے مل سکتا ہے۔

اس شعور و تصور اور یقین و اعتماد کے ذریعہ اسلام حرص۔ ناجائز طلب اور بری خواہش کا دروازہ ہی بند کر دیتا ہے۔ اور مسلمانوں کو مال و جاہ کے فتنہ سے پورے طور پر محفوظ کر دیتا ہے۔

Marfat.com

(۳) بُخل اور اُس کا علاج

بُخل ایک مذموم صفت ہے۔ اس صفت سے انسان کی بلند ہمتی۔ اولوالعزمی اور زندگی کی دلچسپی ختم ہو جاتی ہے۔ اُس کی ساری قوتیں ٹھٹھر کو رہ جاتی ہیں بخیل مال پر سانپ بن کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور اُسی کی حفاظت میں مرمٹتا ہے۔ نہ اپنی ذات پر خرچ کرتا ہے۔ اور نہ دوسروں پر خرچ کرتا ہے۔ روکھی سوکھی روٹی کھالیتا اور موٹا چھوٹا کپڑا پہنکر بڑی تنگی کے ساتھ زندگی کے دن زبردستی گزار کر اِس دُنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالےٰ بخیلوں کی مذمت میں فرماتے ہیں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الخ

ترجمہ:۔ اور اِس بات کا کبھی گمان اور خیال تک نہ کرنا کہ جو شخص حق تعالےٰ کی دی ہوئی دولت میں بخل سے کام لیتے ہیں۔ وہ اچھا کرتے ہیں۔ بلکہ یہ اُن کے واسطے بہت بُرا ہے۔ اور قریب ہے۔ کہ جس چیز میں وہ بخل کرتے ہیں۔ قیامت کے دن اُس کا طوق بنا کر اُن کے گلے میں ڈالدیا جائیگا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ بخل سے دور رہو۔ تم سے پہلی قومیں بُخل کی وجہ سے ہلاک و برباد ہوئیں۔ بخل نے انکو خون پر آمادہ کر دیا اور اُنھوں

نے خون کئے اور حرام کو حلال ٹھیرایا۔ نیز حضورہ کا ارشاد ہے تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔ ایک بخل اگر تو اس کی مخالفت نہ کرے۔ اور اس کا مطیع ہو جائے۔ دوسری وہ باطل خواہش جس کا تو پیچھا کرے اور تیسری خود پسندی۔

اسلام اپنی حکیمانہ تعلیمات سے نہ صرف بخل کی مذمت کرتا ہے۔ بلکہ اس کو اچھی طرح کچلتا اور اپنے پیروؤں میں انفاق فی سبیل اللہ کی صفت پیدا کرتا۔ اور بار بار اپنے مالوں کو جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔

چنانچہ فرمایا:

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.

جس کو حق تعالےٰ نے بخل سے محفوظ رکھا۔ وہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔

قرآن مجید نے ایثار و سخاوت کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ اور بڑے زور کے ساتھ اس کی ترغیب و تحریص دلائی ہے۔ باری تعالےٰ نے ایثار کی صفت کی وجہ سے انصار کی تعریف فرمائی۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

اگرچہ وہ خود تنگی میں ہوں۔ لیکن وہ اپنے نفسوں پر ایثار کرتے ہیں۔

یعنی اپنے دینی بھائیوں کی امداد و اعانت اور دین کی اشاعت و حفاظت میں بڑھ چڑھ کر ایثار و سخاوت اور دریا دلی کا

Marfat.com

ثبوت دیتے ہیں۔ اور بوقت ضرورت اپنے مال اسلام کے قدموں میں ڈھیر کر دیتے ہیں۔

(۴) سُستی و کاہلی کی بیخ کنی

سُستی و کاہلی قوموں کے فکری و عملی قوٰی کو شل اور اُنکی زندگی کو بیکار بنا دیتی ہے۔ ان کی تمام خداداد صلاحیتیں و قابلیتیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اور ان کو چاروں طرف سے غلامی و محکومی ذلت و خواری اور دنائیت و رسوائی آکر گھیر لیتی ہے۔ اُن کو زندہ و بیدار اور طاقتور قوموں کی ٹھوکروں سے پامال ہونا پڑتا ہے۔ اور اپنا دین و ایمان اور عقل و ضمیر بیچکر کتوں کی طرح اپنا پیٹ بھرنا ہی مقصد حیات بن جاتا ہے۔ اس لئے اسلام اس کی بھی پوری سختی کے ساتھ بیخ کنی کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ.

اے انسان تو اپنے رب کے ملنے تک کام میں کوشش کرنیوالا ہے۔ تجھے ایک لمحہ بھی عمل سے غافل نہیں رہنا چاہیئے سُستی اور کاہلی کو اپنے نزدیک نہیں آنے دینا چاہیئے سکون اور عافیت پسند کو اپنے مزاج میں پیدا نہ ہونے دینا چاہیئے۔ اور ہر وقت سرگرم عمل رہنا چاہیئے۔

لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ۔ انسان کے لئے وہی کچھ

Marfat.com

ہے جس کے لئے وہ کوشش کرے سعی وعمل اور جد وجہد کے بغیر انسان کو اس دنیا میں کچھ نہیں ملتا. جو سعی وعمل سے جان چراوے وہ گداگری کرے اور اپنی ذلت ورسوائی پر اپنے ہاتھوں مہر لگائے۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا۔ اسد وہ ہے۔ جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے۔ یعنی پیدا ہونا عمل کے لئے ہے۔ اور مرنا اس لئے کہ انسان کو اُس کے اچھے بُرے عملوں کی جزا یا سزا ملے۔ لہذا جس نے عمل سے جان چرائی اس کا پیدا ہونا بھی بیکار۔ اور مرنا بھی بیکار۔

خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ۔

اور اللہ ورسول تو تمہارے عمل دیکھیں گے۔ یعنی تمہاری آرزوؤں۔ باتوں اور صورتوں کی قیمت نہیں۔ اللہ ورسول کو تو ایمان وعمل صالح مطلوب ہے۔ اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ۔

پھر اُن امتوں کے بعد ہم نے تمہیں اُن کا جانشین بنایا تاکہ دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو۔

یعنی اے مسلمانو! ہم نے تمہیں گذشتہ اُمتوں کے بعد ان کا جانشین بنایا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ منصب خلافت کے اہل ثابت ہوتے ہو یا اُمم گذشتہ کی طرح اپنی نااہلی۔ کاہلی۔ عیاشی اور غفلت کا ثبوت دیتے ہو۔

Marfat.com

بتلائیے۔ جو مسلمان ان قرآنی احکام و ہدایات کو ذہن نشین کرلیں۔ اُن میں سُستی، کاہلی۔ آرام طلبی۔ بے عملی اور غفلت و لاپروائی کا نام و نشان رہ سکتا ہے۔؟ ہرگز نہیں۔ اسی تعلیم نے صحابہؓ کو مؤمن۔ عابد۔ زاہد اور مجاہد بنایا تھا۔ اور اُن کے قدموں میں قیصر وکسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں ڈالی تھیں اور یہی تعلیم آج بھی ہمیں مؤمن عابد۔ زاہد اور مجاہد بنا کر امامتِ اقوام کے منصب پر فائز کر سکتی ہے۔

(۷) خود بینی اور اُس کا علاج

اپنے آپ کو یعنی اپنے علم۔ اپنی عقل اپنے تجربہ۔ اپنی طاقت اپنی لیاقت اور اپنی عبادت کو بڑا جاننا ابلیسی فطرت ہے۔ شیطان کو اس خود بینی نے ملعون بنایا اُس نے انکار اور تکبر کیا حکم الٰہی سے انحراف و بغاوت انسان کو تکبر سکھاتی ہے۔ اور تکبر سے انسان نمرود۔ فرعون۔ ہامان۔ قارون اور شداد بنتا ہے۔ اسی لئے ارشاد باری ہے۔

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝

اسی طرح اللہ تعالےٰ ہر متکبر اور جبار کے قلب پر مہر کر دیتے ہیں۔ متکبر انسان اندھا۔ بہرا اور گونگا ہو جاتا ہے۔ نہ وہ آثار قدرت اور احکامِ الٰہی کو دیکھتا ہے۔ نہ صدائے حق پر کان دھرتا ہے۔ نہ حق کوئی کے لئے اُس کی زبان کھلتی ہے اور

نہ وہ کسی طرح عبرت پذیر اور نصیحت اندوز ہوتا ہے۔
رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کی برابر بھی تکبر ہوگا۔ وہ بہشت میں نہ جائے گا۔
متکبر انسان خود حاکم۔ قانون ساز اور بڑا بن کر خدائی منصب پر چھاپہ مارتا ہے۔ اور خود خدا بننا چاہتا ہے۔ اس کی خود بینی و خود ستائی اُسے قانون آلہی کی پیروی کی طرف نہیں آنے دیتی۔ اور وہ حق و باطل میں تمیز کرنا اپنی توہین سمجھتا ہے۔ مگر یاد رہے۔ متکبر انسان اس دنیا میں جتنا بڑا بنتا ہے۔ اتنا ہی حقیر وہ قیامت کے دن ہوگا۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ متکبر لوگوں کا حشر قیامت کے دن چیونٹی کی شکل میں ہوگا
اس فرعونی اور ابلیسی مرض کا علاج اسلام نے یہ بتلایا ہے۔ کہ انسان اس بات کا علم و یقین قرآن پاک سے اچھی طرح حاصل کرے کہ عظمت و کبریائی اور حکمرانی و سروری سوائے خدا کے اور کسی کو حاصل نہیں۔ اس کے بعد اپنی حقیقت سے اچھی طرح واقف ہو اور جانے کہ میں خدا کا بندہ ہوں۔ اپنی موت و زندگی اور ہر چیز میں خدا کا محتاج ہوں۔ اُس کے سامنے ذلیل و حقیر اور ناچیز ہوں۔ اگر اس کی ربوبیت رحمت اور رہنمائی و دستگیری مجھے میسر نہ آئے تو میں ایک منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس کے لئے قرآن مجید کی صرف ایک آیت کافی ہے۔

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَا اَكْفَرَهٗ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ مِنْ نُّطْفَةٍ۔ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ۔ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ۔

خدا کی مار انسان کیسا ناشکرا ہے۔ وہ دیکھتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے حقیر چیز سے پیدا کیا (اس کا جواب خود ہی دیا) نطفہ سے (پیدا کیا اس کے بعد اس کی کیفیت بیان ہوتی ہے) اُس کی صورت بنائی پھر اُس (کے اعضاء کو) اندازے سے بنایا۔ پھر اُس کو (نکلنے کا) راستہ آسان کر دیا پھر (عمر ختم ہونے کے بعد) اس کو موت دی۔ پھر اُس کو قبر میں لے گیا۔ پھر جب اللہ چاہے گا۔ اُس کو دوبارہ زندہ کر دیگا۔

اس آیۃ مبارکہ میں اللہ تعالےٰ نے پہلے اپنی قدرت اور اپنی شان کی معرفت کرائی۔ اور پھر انسان کی اوّل آخر اور درمیانی حالت کو بیان کیا۔ کہ وہ کیا سے کیا بنا۔ کیسی کیسی نعمتیں اور قوتیں عطا فرمائیں۔ اور پھر اس کا انجام و مآل کیا ہوگا۔ اگر اپنی اوّل آخر اور درمیانی حالت کو قرآن مبین کی روشنی میں دیکھ لے اور اچھی طرح سمجھ لے تو بس تکبر و انانیت اور خود بینی و خود ستائی کی جڑ کٹ جائے۔

(۹) وہم پرستی اور اُس کا علاج

نزول قرآن سے پہلے عقول انسانی اور افکار بشری

Marfat.com

بہت بُری طرح اوہام وظنون اور وہم پرستی کے مرض میں مبتلا تھیں۔ دنیا والے صحیح علم۔ صحیح عقل صحیح فہم اور مستقیم نظر سے محروم تھے۔ اسی وہم پرستی نے انکو کفر شرک کے قعر مذلت میں اوندھے منہ گرا رکھا تھا۔ مضحکہ انگیز عقیدوں اور غلط فہمیوں کے موٹے موٹے پردے اُن کی عقلوں پر پڑے تھے۔ پردے کیا بُت پرستی نے اُن کی عقلوں پر پتھر ڈال دئے تھے۔ نہ وہ خالق کائنات کو جانتے پہچانتے تھے۔ نہ اس کائنات کی حقیقت سے واقف تھے اور نہ اپنے آپ کو جانتے تھے۔ وحی الٰہی سے منہ موڑنے والوں اور یا تحریف دین کرکے کفر و شرک میں مُبتلا ہو جانے والوں کا یہی حال ہوا کرتا ہے۔ کہ پہلے وہ خدا کو بھولتے ہیں۔ اور پھر اپنے آپ کو یہ خدا فراموشی اور خود فراموشی قوموں کا سب سے پُرانا اور سب سے بڑا مرض ہے۔ تمام گمراہیاں اسی مرض سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور ان سب کی جڑ وہم پرستی ہوتی ہے۔

قرآنِ پاک نے کفار و مشرکین پر یہی حکم لگایا ہے۔

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ان پاس علم نہیں وہ تو صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں۔ کفار و مشرکین کے پاس صحیح علم و عقل ہوتی ہی نہیں وہ صرف اوہام وظنون اور خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔

قرآن حکیم دُنیا میں آیا۔ اُس نے عقول و افکار انسانی کو اوہام وظنون سے نجات دلائی۔ اور بنی نوع انسان کو صحیح ادراک و شعور اور علم و عقل کی دولت لازوال بخشی اور وہم پرستی کی

جڑ کاٹ کر رکھدی۔

جن لوگوں نے اپنی عقلوں کو بیکار کر رکھا تھا۔ اُن کو حیوانوں سے بدتر بتلایا۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ۔

اللہ تعالےٰ کے نزدیک بدترین حیوانات وہ بہرے گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔

باپ دادا کے اندھے مقلدوں کی یوں مذمت کی:۔

وَإِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ۔ اور جب کبھی اُن سے کہا گیا جو کچھ اللہ نے نازل فرمایا ہے۔ اُس کی پیروی اختیار کرو۔ تو انہوں نے کہدیا کہ نہیں ہم تو اُس طریقہ کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا یہ لوگ اُنہیں کی پیروی کریں گے۔ اگرچہ اُن کے باپ دادا کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں اور نہ راہ راست پر رہے ہوں۔

اوہام وظنون کے پجاریوں اور حریفانِ حق سے قرآن مبین میں جگہ بجگہ مجادلہ کیا گیا ہے۔ اور اُن کی وہم پرستیوں پر بار بار اُن سے مطالبہ کیا گیا ہے۔

هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

اگر تم اپنے عقائد باطلہ خیالاتِ فاسدہ اور اعمالِ شرکیہ میں سچے ہو تو دلیل لاؤ۔

Marfat.com

حریفانِ حق کو یوں صاف کردینے کے بعد پیروانِ حق کو یہ جامع ہدایت کی گئی ہے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ۔ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔

اور جس بات کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے نہ ہولیا کر۔ یقین رکھ کہ کان، آنکھ، اور دل سب سے قیامت کے دن پوچھ گچھ ہوگی۔

اس بات کی کہ ہم نے تمہیں عقل و تمیز اور فہم و شعور کی قوتیں عطا کی تھیں۔ تم نے اُن سے کام لیا۔ یا نہیں اگر کام لیا تو صحیح طور پر یا غلط طور پر؟

اس طرح اسلام وہم پرستی کی پورے طور پر بیخ کنی کرتا ہے۔

(۷) سرکشی اور اُس کا توڑ

انسان پیدائشی طور پر بندہ ہے۔ وہ بے سوچے سمجھے۔ اور بلا ارادے و اختیار فطری طور پر خالقِ کائنات کے قوانین کی پیروی پر مجبور ہے۔ انسان کی حیاتِ طبعی کے لئے خلاقِ عالم نے جو قوانین مقرر کردئے ہیں۔ اور اُن کی جو حدود ٹھہرادی ہیں۔ اُن کی انسان کو طوعاً و کرہاً بہرحال پابندی کرنی ہی پڑتی ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کا زندہ رہنا محال ہے۔ لیکن انسان نرا حیوان ہی نہیں کہ وہ محض کھانے پینے جماع کرنے اور لباس و مکان کی ضرورت

اور اسباب حیات کی فراہمی سے آگے ہی نہ بڑھے اور صرف نفس کا خادم بنکر رہ جائے اس سے نہ صرف یہ کہ اُس کا مقصدِ حیات فوت ہوجاتا ہے۔ بلکہ سیاست و تمدن میں ایک فساد عظیم برپا ہوجاتا ہے۔ اور بالآخر انسان کی انسانیت ہی مرجاتی ہے۔

اِس لئے انسان کے لئے صحیح طور پر زندگی بسر کرنے اور ارتقائے انسانیت کی منزلیں طے کرنے کا طریقہ یہ ہے۔ کہ وہ اپنی پوری کی پوری زندگی قانون الٰہی کی پیروی کے لئے وقف کردے پورے طور پر ہدایت الٰہی کا مطیع و منقاد ہوجائے زندگی کے کسی مسئلہ و معاملہ میں بھی قانون فطرت اور ہدایت الٰہی سے انحراف نہ کرے جس طرح اس دُنیا میں غیر شعوری طور پر اللہ کا بندہ بن کر رہتا ہے۔ اسی طرح شعوری اور ارادی طور پر بھی اُسی کا بندہ بنکر رہے۔

یہاں پہنچکر انسان کو مذہب کی ضرورت لاحق ہوتی ہے مذہب کا سارا دار و مدار وحی کے عقیدہ پر ہے۔ اور وحی کا پہلا نقطہ خدا پر ایمان ہے۔ ہدایت خداوندی وحی کے توسط سے ہی ملتی ہے۔ یہی وہ ہدایت ہے جس کی رو سے انسان قوانین الٰہیہ کے تابع زندگی بسر کرکے شرف انسانیت کی تکمیل کرسکتا ہے۔ خدا کے مانے بغیر ہماری زندگی کی کوئی کل بھی سیدھی نہیں ہوسکتی۔ اگر ہم زندگی کی گاڑی کو اپنے طور پر چلانا چاہیں تو ہم اس کو اپنے ہاتھوں بگاڑ کر رکھدیں گے ہمیں سرے سے یہی خبر نہیں کہ ہمارا نفع اور ہمارا نقصان

Marfat.com

کس امر میں ہے۔ لہذا لامحالہ ہمیں ہدایت خداوندی کی ضرورت ہے۔ اس لئے خالق کائنات نے ہمارے لئے ہر قسم کا سامان ہدایت وسعادت مہیا کر دیا ہے۔ اور وحی الٰہی کی روشنی ہماری رہنمائی وسربراہی کے لئے موجود ہے۔

وحی الٰہی سب سے پہلے ہمیں یہ سمجھاتی ہے۔ کہ انفرادی نشوو ارتقار مقصود بالذات نہیں۔ بلکہ یہ ذریعہ ہے۔ اُس نظام کے قیام وبقار کا جو خود وحی متعین کرے اس نظام میں افراد اپنی تمام صلاحیتوں کو ہیئت اجتماعی میں گم کر دیں۔ تاکہ نمود حیات قوی سے قوی تر ہوجائے اور فلاح انسانیت کی تمام راہیں کشادہ ہوجائیں۔ سلسلہ رشد وہدایت کا مقصد یہ بتلایا گیا ہے۔ کہ نوع انسانی میں عدل قائم رکھا جا سکے۔

اسی لئے قرآن حکیم کا مقصد۔ تمام نوع انسانی کی فلاح وبہبود ہے۔ پس انفرادی واجتماعی طور پہ قانون الٰہی کے مطابق چلنا اعتدال ہے۔ اور اس سے بے نیاز ہوجانا سرکشی وطغیان یعنی اسلام کے جادہ مستقیم سے انحراف سرکشی ہے۔ اور اُس کا نتیجہ انسانیت کی تباہی وبربادی ہے۔

اسلام سارا زور اس امر پر لگاتا ہے۔ کہ جب کائنات کی ہر شے خالق کائنات کی تابع فرمان ہے۔ تو اس کائنات میں انسان کو بھی اس کا تابع فرمان رہنا چاہیے۔ کسی انسان کو انسانوں پہ حکومت کرنے اور اُن کو اپنا تابع فرمان بنانے کا حق حاصل نہیں۔ لہذا اگر کوئی انسان قوت واقتدار فراہم کرکے دوسرے انسان کو اپنا محکوم بناتا ہے۔ تو وہ اپنی جائز حدود

سے تجاوز کرتا ہے۔ طغیان و سرکشی کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور طاغوت بنتا ہے۔ دنیا میں ہمیشہ ایسی ہی طور طاغیت نے اپنے نظاموں سے فساد برپا کیا۔ اور تباہی مچائی چنانچہ فرعون کا جرم قرآن مجید نے یہی سرکشی بتایا ہے۔

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى۔

(اے موسیٰ) فرعون کی طرف جائیے بلاشبہ وہ بہت سرکش ہو گیا ہے۔

اُمم گذشتہ کی ہلاکت کا سبب یہی سرکشی تھی۔

فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ۔

چنانچہ قوم ثمود محض سرکشی کی وجہ سے ہلاک کی گئی۔ جب تک انسان اپنے آپ کو اللہ اور اللہ کی ہدایت و رہنمائی کا محتاج سمجھتا ہے۔ اور اُسی کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ بندہ ہے اور جب اُس کی ہدایت و اطاعت سے بے نیاز ہو جائے تو پھر طاغوت ہے۔ انسان طاغوت کب اور کیوں بنتا ہے۔

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى۔

ہرگز نہیں۔ یقیناً انسان سرکش ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو مستغنی سمجھنے لگتا ہے۔

یعنی جب انسان اپنے آپ کو اپنے علم، اپنے تجربہ اپنی قوت۔ اپنے اقتدار اور اپنی خود اعتمادی کی وجہ سے۔ ایمان باللہ۔ ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرت سے مستغنی سمجھتا ہے۔ تو سرکش ہو جاتا ہے

Marfat.com

اور وہ خدا کو خاطر میں ہی نہیں لاتا۔ اس مستغنی ہونے کا سبب متاع دنیوی کی بندگی ہوتی ہے۔

فَاَمَّا مَنْ طَغٰی وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا جس شخص نے (حق تعالیٰ سے) سرکشی کی اور دنیا کی زندگانی کو اختیار کیا (اُس کا ٹھکانہ دوزخ ہے)

یعنی انسان کی طغیانی و سرکشی کا باعث دُنیا کی حد سے بڑھی ہوئی محبت ہوتی ہے۔ سرکش انسان محض لذات کا پجاری اور متاع دنیوی کا عاشق ہوتا ہے۔ دنیا کی محبت اسے اپنی ذات۔ خدا کی ہستی اور زندگی کے آغاز و انجام سے بالکل اندھا بنا دیتی ہے۔ اُس کی ساری فکری و عملی قوتیں اور زندگی کی تمام جد و جہد اور دلچسپیاں دنیوی زندگی کے لئے مخصوص ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے۔

حب الدنیا راس کل خطیئة۔

دنیا کی محبت ہر ایک معصیت و نافرمانی کی جڑ ہے۔ دُنیا کا پجاری انسان خدا کا منکر بھی ہوتا ہے۔ اور آخرت کا بھی۔

وَمَا یُکَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا کُلُّ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ۔

یعنی انکار نہیں کرتا اُس روز کا مگر ہر وہ شخص جو حد سے زیادہ تجاوز کرنے والا فسق و فجور میں ہے۔

کفر میں حد سے تجاوز اس جہت سے ہوتا ہے۔ کہ ہر وہ شخص جو روز آخرت کا منکر ہے۔ گویا وہ ربوبیت و قدرت الٰہی کے دوام کا بھی منکر ہے۔ وہ گمان کرتا ہے۔ کہ میں موت کے

Marfat.com

بعد اس کی بندگی سے رہائی حاصل کریں گا۔ وہ خدا کو بھی مالکان دنیا کی مانند سمجھتا ہے۔ اور بعث کا منکر ہو کر اس کی قدرت کا انکار کرتا ہے۔ اور فسق و فجور میں بھی انسان روزِ جزا کی بیخوفی کی وجہ سے ہی تجاوز کرتا ہے۔ یہ دونوں باتیں کمال نادانی کے سبب سے ہوتی ہیں۔

اسلام اس جہل و نادانی۔ تکبر و غرور اور طغیان و سرکشی کو ایمان باللہ۔ ایمان بالرسول۔ اور ایمان بالآخرت کے ذریعہ توڑتا اور انسانوں کو اللہ کی بندگی اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ چنانچہ اس کی پہلی دعوت یہ ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ

اے لوگو! اپنے اُس رب کی عبادت و بندگی اختیار کرو جس نے تمہیں پیدا کیا۔

آئیے اب ان تفصیلات کی روشنی میں عہد حاضر کے مسلمانوں کی زندگیوں کا احتساب کریں اور دیکھیں کہ کیا ہمارے عقائد و افکار۔ جذبات و احساسات اور مقاصد و مطالبات وہی ہیں جو اسلام نے بتلائے ہیں اور کیا ہم ان اسلامی احکام و ہدایات پر عمل پیرا ہیں۔؟

۳،

اسلامی احکام و ہدایات کی روشنی

میں

مسلمانوں کا جائزہ

عقائد و افکار

اسلام کے صحیح اور انقلابی تصور سے محرومی

صدیوں سے مسلمانوں کے یہاں اسلام کا یہ تصور چلا آرہا ہے کہ وہ خدا کا پسندیدہ مذہب ہے۔ وہی حق ہے۔ باقی تمام مذاہب باطل ہیں۔ اسلام خدا کا پسندیدہ مذہب اور حق کیوں ہے۔؟ دوسرے مذاہب باطل کیوں ہیں۔؟ اس کے دلائل و براہین بھی دیئے جاتے ہیں۔ مگر وہ زیادہ تر متعصبانہ اور مناظرانہ ہیں۔ جن میں غیر مسلمین کے لئے وہ کشش و جاذبیت نہیں جو قرآنی دلائل میں ہے۔

اس سے آگے بڑھ کر اگر سوال کیا جائے کہ اسلام کی بنیادی اور خصوصی تعلیمات کیا ہیں۔؟ تو کہا جاتا ہے کہ توحید رسالت، آخرت اور ان تینوں ارکان کے متعلقات پر

ایمان، اور پھر نماز روزہ وغیرہ عبادات، نکاح وطلاق اور لین دین وغیرہ معاملات اور چند اخلاقی ہدایتوں پر عمل۔ یعنی اسلام چند مخصوص عقائد، عبادات اور معاملات کا مجموعہ ہے۔ مگر افسوس کہ اسلام کا یہ تصور بھی متفقہ نہیں۔ اس پر بھی مختلف فرقوں نے مختلف رنگ چڑھا رکھے ہیں۔ ان کی تعبیرات وتوضیحات میں سخت اختلاف برپا ہے۔ غیر مسلمین کے مقابلہ میں کہہ تو دیا جاتا ہے۔ کہ مسلمانوں میں جتنے اختلافات بھی ہیں۔ وہ سب فروعی اور جزئی ہیں سب مسلمان خدا پر، قرآن پر، نبی پر، آخرت پر اور اصولی تعلیمات پر ایمان رکھتے ہیں لیکن در حقیقت یہ نہیں۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو یقین کیجئے کہ مسلمانوں میں سوائے اس اختلاف رحمت کے جو صحابہ میں تھا۔ اور پھر ائمہ مجتہدین میں آیا اور اسلامی حقائق ومعارف کو چمکا گیا۔ اور کوئی اختلاف ونزاع نہ ہوتا نہ کوئی فرقہ بنتا نہ کفر کے فتوے چلتے نہ مدح صحابہ وتبرا، احضار صورت محمدی فی القبر۔ تقبیل الابہامین۔ امکان نظیر خاتم النبیین، امکان کذب باری تعالیٰ۔ بشریت رسولؐ۔ حلت وحرمت قبہ جات۔ قیام میلاد، ندائے رسول اللہ۔ جواز استمداد من المزارات سماع موتی۔ وجوب تقلید شخصی۔ فوائد چلہ کشی۔ ضرورت شیخ تصور شیخ۔ جواز سجدہ تعظیمی۔ جواز چہلم۔ جواز عرس اور جواز شیئاً للہ جیسے لایعنی مسائل پیدا نہ ہوتے اور تکفیر وتفسیق کا بازار گرم ہوتا۔

یہ وہ مسائل ہیں۔ جن پر ہمارے علماء سوء اور پیران ریاکار

Marfat.com

نے صدیاں گنوائیں ہیں۔ اور ان میں جو بیتوں میں ڈال رکھی گئی ہے آج تک لاکھوں کروڑوں مسلمان ہیں جو انہی مسائل پر اپنے دین و ایمان کی بنیاد رکھے ہوئے ہیں۔ اور دوسروں کو کافر سمجھتے ہیں۔ عوام اور بعض خواص تک کو بھی یہ علم نہیں۔ کہ وہ عقائد کونسے ہیں، جن پر قرآن حکیم نے نجات کا دارومدار رکھا ہے۔! اور کفر و اسلام کی حد بین کیا ہیں؟ ہاں وہ خود ساختہ عقائد و افکار جو کتاب و سنت کو بالائے طاق رکھ کر مسلمانوں کے فرقہ بند مولویوں اور پیروں نے پیدا کئے اور جنہوں نے مسلمانوں کو آپس میں بھیڑیوں کی طرح لڑایا۔ انکو سب مسلمان جانتے ہیں۔ وہ انکے دل و دماغ میں پیوست ہیں۔ اور ان کے لئے وہ لڑنے مرنے پر ہر وقت تیار رہتے ہیں۔

کیا اس کے بعد بھی ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ مسلمان اسلام کی بنیادی تعلیمات پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ان میں کوئی اصولی اختلاف نہیں۔ کاش ایسا ہی ہوتا۔ مگر ایسا نہیں۔ اگر اس حقیقت بیانی پر مجھے معاف کیا جائے تو عرض کروں کہ ہمارے علمبرداران مذہب نے سرے سے اصول یا ایمان کی صحیح تعیین ہی باقی نہیں رکھی اور خودساختہ بنیادی عقائد۔ اور چند اعمال کی پابندی ہی کو سب کچھ سمجھ لیا۔ اسی لئے وہ فقہ، کلام اور تصوف کی بحثوں میں الجھ کر رہ گئے۔

مثالاً میں چند اصولی تعلیمات آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اور یہ دکھاتا ہوں کہ ان میں کیا کیا اختلافات و نزاعات برپا ہیں۔

Marfat.com

ایمان باللہ یعنی توحید

سب جانتے اور مانتے ہیں۔ کہ اسلام کا آغاز "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ" سے ہوتا ہے۔ اور اسلامی تعلیمات کا مرکزی نقطہ توحید ہے۔ مسلمانوں میں اس کا ظاہری اور سطحی مفہوم صرف اتنا موجود ہے۔ کہ "اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں" دنیا بھر کے مسلمان شب و روز اس کلمہ کی تکرار کرتے ہیں۔ اور اس کے اقرار و اعتراف سے اپنا مسلمان ہونا ثابت کرتے ہیں بس اس سے زیادہ اس کلمہ توحید کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ بے سوچے سمجھے یہ کلمہ پڑھتے ہیں۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ اس میں ہم غیر اللہ سے کس چیز کی نفی کرتے ہیں؟ اور اللہ کے لئے کیا چیز ثابت کرتے ہیں۔ نفی و اثبات کی حقیقت سے ناآشنا ہیں۔ نہیں سمجھتے کہ اس کلمہ کا اقتضاء کیا ہے؟ یہ کلمہ اپنے ماننے والوں سے کس چیز کا مطالبہ کرتا ہے۔؟ اس اعلان کا نتیجہ کیا ہونا چاہیئے؟ اور اس کے اقرار و اعتراف سے کلمہ پڑھنے والوں پر کونسی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔؟

رہے خواص انھوں نے اس کلمہ میں بڑی بڑی دقیق اور نازک فقہی۔ کلامی اور متصوفانہ بحثیں صدیوں سے پیدا کر رکھی ہیں۔ ابھی تک بھی طے ہونے میں نہیں آتا۔ کہ وحدت شہود مطلوب قرآن ہے یا وحدت وجود؟ خدا اس کائنات

کے اندر ہے یا اس سے باہر!

ابھی انہیں خدا کی حقیقت ہی کا پتہ نہیں چلا۔ یہ خدا کو ڈھونڈھنے کے لئے نکلے تھے۔ مگر خود ہی کھوئے گئے۔ جو خیالی دنیا سے واپس آئے۔ وہ تصورِ شیخ میں گم ہو گئے۔ نہ وہ دنیا کے کام کے رہے اور نہ دنیا انکے کام کی۔ ان کی تمام فکری و عملی قوتیں، صلاحیتیں اور قابلیتیں رہبانی تصوف کے بھینٹ چڑھ گئیں۔ اس لئے کہ انہیں تو صرف اپنے نفس کی اصلاح اور اپنی نجات کی فکر تھی۔ انہیں فلاحِ انسانیت اور اقامتِ دین سے کوئی سروکار نہ تھا۔ انہوں نے تزکیۂ نفس کو ہی مقصد سمجھ لیا حالانکہ یہ اقامتِ دین کا ذریعہ تھا۔

ان کے سامنے توحید کا صرف اتنا تصور تھا کہ خدا تعالےٰ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے۔ پھر اسمیں انھوں نے چند منطقیانہ، فلسفیانہ اور کلامی باریکیاں اور بحثیں نکال رکھی تھیں جو آج تک جوں کی توں چل رہی ہیں۔ اور خدا کی نسبت کسی ایک متفقہ نقطہ تک نہیں پہونچی تھیں۔ بلکہ خدا اور انسان دونوں کو ایک لاینحل معمہ بنا کر رکھدی ہیں۔ اور یہ نتیجہ ہے اُس سادہ اور فطری تصورِ الٰہی کو نظر انداز کرنے کا جس کو قرآن پاک اور احادیث نبویہ نے پیش کیا ہے۔ اور جس نے عرب کے بدوؤں کی کایا پلٹی تھی۔

رہے عوام ان کی کچھ نہ پوچھئے ہندوستان کے اکثر ...

Marfat.com

صدی مسلمان بقول چودھری افضل حق صاحب مسلمان صوفیا کے مذہب پر کار بند ہیں۔ صوفیا کا تصوف فلسفہ ویدانت سے بالکل ملتا جلتا ہے۔ اس لئے مسلم عوام کے عقائد و افکار اور مذہبی رسم و رواج ہندوؤں کے سے ہیں۔ اگر ہندو کسی مورتی اور دیوتا کے سامنے سر جھکاتے۔ ان کو خدائی منصب دیتے۔ انہیں اپنا حاجت روا و مشکلکشا سمجھتے ہیں۔ اور ان سے خدا تعالیٰ جیسے تعلقات رکھتے ہیں تو مسلمان بھی یہی معاملہ اپنے پیروں فقیروں اور مردہ و زندہ مقدس انسانوں سے کرتے ہیں۔ جو ذریعے اور وسیلے مشرکین مکہ نے خدا تک پہونچنے کے بنا رکھے تھے اسی ذریعہ و وسیلہ پرستی میں مسلمان مبتلا ہیں۔ جس طرح ہندوؤں کی کوئی عبادت رقص و سرود کے بغیر نہیں ہوتی اسی طرح مسلمان بزرگوں کے مزاروں پر رقص و سرود کی محفلیں جماتے اور اس کو نیکی کا کام سمجھتے ہیں۔ جاہل عوام زندہ اور مردہ پیروں کی پیغمبر سے زیادہ عزت و تکریم کرتے اور ان سے اندھی محبت و عقیدت رکھتے ہیں۔ پیغمبر علیہ السلام کو خدا جیسا سمجھا جاتا ہے اور معبود حقیقی کو کوئی خاطر میں بھی نہیں لاتا۔ خدا کے تصور اور اس کی عظمت و جلال کا وہ حیات افروز اور انقلاب انگیز اثر جو قلب و دماغ پر طاری ہونا چاہیئے مسلمانوں میں اس کا نشان تک نہیں۔ نو کروڑ مسلمان کلمہ پڑھتے ہیں۔ مگر انھیں مطلق علم نہیں کہ اس کے لوازمات کیا ہیں۔ اور عملاً یہ کس قسم کی زندگی چاہتا ہے؟

Marfat.com

یہی کلمہ تھا جس نے صحابہؓ میں ایک انقلاب عظیم برپا کر دیا تھا۔ اس کے مفہوم نے ان کی کایا پلٹ دی تھی۔ مِس خام کو کُندن بنا دیا تھا۔ اُن میں شان جلال و جمال پیدا ہو گئی تھی اور اُن میں تقوی، طہارت، عدالت، خشیت، شرافت، روحانیت اور انسانیت کی تمام قوتیں بدرجہ اتم و اکمل بیدار ہو گئی تھیں۔ مگر ہم میں اِن میں سے کچھ بھی نہیں۔ صرف لفظی بحثیں اور قیل و قال ہے۔ اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ قرآن اور اسلام وہی ہے۔ جس نے صحابہ کو حیات نو بخشی تھی۔ مگر ہمیں اس سے کوئی بیداری و زندگی نہیں ملتی۔ ہماری حیات انفرادی اور حیات اجتماعی دونوں اسلام کی صراط مستقیم پر گامزن نہیں۔ انفرادی و اجتماعی خرابیاں اور گمراہیاں ہمارا طرۂ امتیاز بن گئی ہیں۔ ہمیں کچھ خبر نہیں کہ ہمیں زندگی کی تکمیل و تہذیب کی اسلام سے کیا روشنی و ہدایت ملتی ہے۔ قرآن ہم سے کونسے ایمان و عمل صالح کا مطالبہ کرتا ہے۔ اور ہمارا اسلامی نصب العین اسلامی لائحہ عمل اور اسلامی فریضہ کیا ہے۔

سیاسی رہنماؤں کو دانش حاضر، تہذیب مغرب، فلسفۂ مغرب اور لادین سیاست نے اسلام کے سیاسی و معاشی نظام سے بالکل غافل و ناآشنا بنا رکھا ہے۔ وہ سیاست و معاشیات میں اسلام کی کوئی بات نہ سننا چاہتے ہیں اور نہ سمجھنا چاہتے ہیں۔ اور مذہبی رہنماؤں کو رہبانی تصوف نے دیوانہ بنا رکھا ہے۔ ایسی حالت میں

مسلمانوں میں توحید کا صحیح فہم و شعور آئے تو کہاں سے؟

ہمارے مذہبی و سیاسی رہنما سرے سے اس چیز کی ضرورت و اہمیت ہی نہیں سمجھتے کہ مسلمانوں کو جو چیز از سرِ نو زندگی، قوت و توانائی اور ترقی و کامیابی بخش سکتی ہے۔ وہ فہم دین اور توحید کامل کی روح ہے۔ اور مسلمانوں کو سچا و کامل مسلمان بننے کی ضرورت ہے۔

خلاصہ یہ کہ مسلمان دین کی بنیادی حقیقت توحید کو ہی گم کئے بیٹھے ہیں۔ اور ان کے رہنماؤں کو اس کی بازیافت کی بھی فکر نہیں۔ یعنی مسلمانوں کی زندگی و عمل کا پہلا قدم ہی اسلام کی صراطِ مستقیم کی مخالف سمت پڑ رہا ہے۔

ایمان بالرّسالت اور اس سے محرومی

اپنی پوری زندگی میں خدا کی اطاعت کا نام اسلام ہے۔ اطاعت کے لئے خدا کی ذات و صفات اور اس کے پسندیدہ طریقہ کے متعلق صحیح علم کی ضرورت ہے۔ ہم صحیح علم کے بغیر ٹھیک ٹھیک اسلام کے طریقہ پر نہیں چل سکتے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں ایک نمونہ کی بھی ضرورت ہے۔ جو ہمیں اسلام کا عملی نمونہ بنکر دکھائے اور ہم اسی کے قدم بقدم چلیں اور صحیح نشو و ارتقاء حاصل کریں۔ اس ضرورت کو پیغمبر کا وجود پورا کرتا ہے۔ پیغمبری کا آفتاب جہانتاب حقائق کائنات اور عبدیت الٰہی کی راہوں اور طریقوں کو

چمکاتا ہے۔ رسالت کا فیض انسانیت کے رگ وپے میں خون حیات بنکر دوڑتا ہے۔ پیغمبر تعلیم و تربیت سے انسانیت کے جوہر کھلتے ہیں۔ تہذیب و تمدن کے مرجھائے ہوئے گلشن پر فصل بہار آتی ہے۔ وحشت و بربریت اور جہالت اپنا بستر اٹھا کر بھاگتی ہے۔ اور پیغمبر کے منکر ہلاکت بربادی خرید کر ظلم و فساد مچاتے ہیں اور انسانوں پر تباہی و بربادی لاتے ہیں۔

اسی ضرورت حقہ کے ماتحت باری تعالےٰ نے ہر زمان و مکان، ہر ملک و قوم اور ہر خطۂ زمین پر اپنے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا کہ وہ انسانوں کو ترقی و کامیابی اور فلاح و نجات کا صحیح راستہ بتلائیں۔ اللہ کی ذات و صفات کی توحید، اعمال انسانی کی محاسبات اور اس مادی دنیا کے بعد ایک روحانی اخروی زندگی کی تعلیم دیں۔ انسانوں کو سمجھائیں کہ انسانی تخلیق و تکوین کا مقصد کیا ہے؟ انسان کی حیوانی خواہشات اور نفسانی جذبات کی تسکین کا وحی الٰہی کے مطابق سامان کریں۔ اور انکی زندگی کے ہر گوشہ اور ہر شعبہ میں ایک پاکیزہ عملی حالت پیدا کردیں تاکہ انسان اپنی انفرادی۔ اجتماعی، مذہبی۔ سیاسی اور اقتصادی ہر حالت میں وحی الٰہی اور عدل و قسط کا پابند ہو جائیں۔ چنانچہ۔ ہمارے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم پر سلسلہ نبوت ختم ہوگیا۔ آپ کے ذریعہ دین اسلامی کی تکمیل اور نعمت الٰہی کا اتمام ہوگیا اور تمام انسانوں کی

Marfat.com

فلاح ونجات آپکے اسوۂ حسنہ سے وابستہ ہوگئی۔

نبی آخرالزمان صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی نبوت کو ماننے کے معنے یہ ہیں۔ کہ ہم زندگی کے تمام معاملات ومسائل میں آپ کے طریقہ کی پیروی کریں۔ اسپر یقین کریں۔ کہ آپ نے جو کچھ کیا۔ خدا کے حکم کے مطابق کیا۔ ہم نبی کے حکم کے خلاف کریں گے تو وہ خدا کے حکم اور اسکی مرضی کے خلاف ہوگا۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم نبی کی بات کو بے چون وچرا مان لیں۔ اس کے حکم کے سامنے سر جھکا دیں۔ خواہ اس کی حکمت و مصلحت سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ جو وہ دے اس کو لے لیں اور جس سے وہ منع کرے۔ اس سے رک جائیں اس کی اطاعت کو خدا کی اطاعت اور اس کی نافرمانی کو خدا کی نافرمانی سمجھیں۔ اور اپنی پوری کی پوری زندگی کو قرآنی احکام اور احادیث نبویہ کے مطابق بنالیں۔ یہ ہے ایمان بالرسالت کا مفہوم۔ لیکن ہم زبان سے تو واقعی آپ کو خدا کا آخری نبی مانتے ہیں۔ آپ کے عشق ومحبت کا بھی دم بھرتے ہیں۔ آپ کی تعریف وتوصیف کے پل بھی باندھتے ہیں۔ اور ناموس رسولؐ پر قربان بھی ہو جاتے ہیں۔ مگر اتباع رسول سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔

مسلمانوں کے دماغوں میں سرے سے ایمان بالرسالت کا صحیح اور مکمل مفہوم ہی نہیں رہا۔ وہ رسول کو رسولؐ مان لینا ہی نجات کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ اس کی زبانی تعریف

و توصیف اور رسمی وغیر شعوری محبت وعقیدت پر فخر
وناز کرتے ہیں - اور آپ کی تقلید و پیروی کے نزدیک
بھی نہیں جاتے - جس طرح پچھلی قوموں نے انبیاء علیہم السلام
کی تعلیمات کو حسب منشا بدلا - ان کی طرف بے دلیل
و سند اقوال و افعال منسوب کئے - ان کی کتابوں میں ہر
قسم کے خیالات ملائے - ان کی ہدایت کے خلاف نئے
نئے عقیدے گھڑے - نئی نئی عبادتیں اور نیکیاں نکالیں -
ان کے نام پر فرقہ بندیاں اور طریقے ایجاد کئے - اس
کے بعد ان میں خدائی اوصاف مانے - انکو خدا کا اوتار قرار
دیا - کسی نے اپنے پیغمبر کو خدا کا بیٹا بنایا - کسی نے کسی اور
طرح اپنے پیغمبر کو خدائی میں شریک کیا - بعضوں نے
پیغمبروں کی پرستش کی - خود ان کو بت بنایا - انکی شرعیتوں
کو بگاڑا اور ان میں مشرکانہ واحمقانہ عقیدے اور جاہلانہ
رسمیں ملا دیں یہی سب باتیں مسلمانوں نے اپنے نبی کے ساتھ
کیں - چند اشعار ملاحظہ ہوں -

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے -
جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمدؐ سے

ان عاشقان رسول نے نعوذ باللہ، اللہ میاں کا دیوالہ ہی
نکالدیا - قرآن پاک نے باری تعالےٰ کا اقتدار یہ
بتلایا ہے - وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے ہیں -
وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ -

آسمانوں اور زمین کی ملکیت اللہ ہی کے لئے ہے اسی نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا۔ پانی کے ذریعہ رزق پیدا کیا۔ ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔ وہی رزق رسان۔ خبر گیراں، نگراں۔ محافظ، کارساز، مددگار، حاجت روا، مشکلکشا اور آسمانوں و زمین کی تدبیر کرنیوالا ہے۔ مگر جاہل مسلمانوں نے خدا کو ان تمام صفتوں سے محروم کر کے انکو رسول اللہ سے متعلق کر دیا۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب اور حاضر و ناظر سمجھا جاتا ہے۔ انہی کو مشکلکشائی کے لئے پکارا جاتا ہے۔ سب کچھ ان ہی سے مانگا جاتا ہے۔ اور ان کو مستقل طور پر شارع اور امر و نہی کا مالک سمجھا جاتا ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ان خدائی اوصاف کا مالک جاہل مسلمانوں نے نہیں بنایا۔ بلکہ مسلمانوں کے بڑے بڑے مولویوں اور پیروں نے بنایا ہے۔ اگر کوئی اللہ کا بندہ ان مشرکانہ عقائد پر انکو ٹوکے تو ان کے عوام اور پیر و مولوی اس کو کھانے کو دوڑتے ہیں۔ اس کو دشمن رسول ؐ بتلا کر عوام کو اس کا دشمن بنا دیتے ہیں۔ جہاں کسی کو ان کے پیروں اور مولویوں نے "وھابی" کہا اور مسلمان اس کے خون کے پیاسے ہوئے۔ لفظ وہابی نہ صرف جہلا، بلکہ اچھے خاصے پڑھے لکھے مسلمانوں تک کی تمام فکری قوتوں کو سلب کر کے سب کو خونخوار بھیڑیا بنا دیتا ہے۔ حالانکہ یہ محض ایک

Marfat.com

فرضی و وہمی "ہوا" ہے جو مسلمانوں کے شکم پرست اور جاہل ملاؤں نے اس لئے مسلمانوں کے دماغوں پر مسلط کیا کہ انکی دوکانیں چلتی رہیں۔ اور ان کے حلوے مانڈے کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔ گویا یہ ایک ایسا ہتھیار اور حربہ ہے۔ جس سے قرآن و حدیث کی آواز کو اچھی طرح کچلا جاتا ہے۔ حق کو دبا کر باطل کو تقویت دی جاتی ہے۔ اور اسلام کے خلاف علے الاعلان بغاوت کی جاتی ہے ؎

جو مستوی تھا سیر عرش پر خدا ہو کر
اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفٰے ہو کر

اس میں صاف طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کا اوتار بنا کر رکھدیا ہے۔ ؎

محمدؐ سر وحدت ہے کوئی یہ رمز کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

اس میں بھی اسی اوتاریت کو آپ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ جو ویدانتی فلسفہ کی جان ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ احد اور احمد میں صرف میم کا پردہ ہے۔ اگر یہ پردہ ہٹ جائے تو بس۔ جو اللہ ہے وہ محمدؐ ہے۔ اور جو محمدؐ ہے وہ اللہ ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں رہتا خدا اور بندہ دونوں ایک ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی اللہ کا بندہ خدا کو خدا اور بندہ کو بندہ سمجھے تو وہ کافر، دشمن رسول، وہابی اور گردن زدنی ہے۔ بھلا کوئی ٹھکانا ہے اس گمراہی کا۔

Marfat.com

اس گمراہی میں تو مسلمانوں نے ہندؤں کو بھی بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ یہاں صرف پیغمبر ہی کو خدا کا درجہ نہیں دیا جاتا۔ بلکہ ہر مرشد کو انسانی شکل میں خدا سمجھا جاتا ہے اور" تصور شیخ" کی مشق کرائی جاتی ہے۔ تاکہ خدا اور رسول کی جگہ مسلمانوں کے دل و دماغ پر شیخ سوار ہو جائے اور انکو جدھر چاہے کھینچے پھرے۔ دو شعر ملاحظہ ہوں

چا چڑ دانگ مدینہ دے تے کوٹ مٹھن بیت اللہ

ظاہر دے وچ پیر فرید ن باطن دے وچ اللہ

اس عقیدہ کے ذریعہ فارسی کی ٹانگ توڑی گئی ہے ے

برائے چشم بینا از مدینہ بر سر ملتان ۔

بشکل صدر دین خود رحمتہ للعالمین آمد

اس میں ایک بے دین بناوٹی پیر کو رحمتہ للعالمین کا اوتار بنا دیا گیا۔ یعنی اوتار کا اوتار۔ عجیب معاملہ ہے۔ کہ خدا بندہ میں گھس جاتا ہے۔ اور پھر وہ بندہ دوسروں میں گھستا پھرتا ہے۔ اسی قسم کے ہزاروں شعر ہیں۔ جو عرسوں کے موقعہ پر قوال لہک لہک کر طبلہ کی تھاپ پر گاتے ہیں۔ اسد والوں کو ان پر وجد آتے ہیں۔ اور لاکھوں مسلمانوں کے دین و ایمان کو برباد کر جاتے ہیں۔ علمائے حق یہ دین و ایمان کی بربادیاں دن ورات اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ مگر کچھ نہیں کر سکتے۔ اگر زبان کھولیں تو جانیں خطرہ میں پڑ جاتی ہیں۔

لطف یہ کہ دل کھول کر شریعت محمدی کو پامال کیا جاتا ہے آپ کے لائے ہوئے دین کی بیخ کنی کی جاتی ہے۔ ڈٹ کر

Marfat.com

احکام خداوندی کی خلاف ورزیاں کی جاتی ہیں۔ اور سر سے پیر تک فسق و فجور میں سرابور ہوتے ہیں۔ مگر بنتے ہیں۔ عاشقان رسولؐ۔ یہ اچھے عاشقان رسول ہیں۔ کہ آپ کے نام پر مرتے ہیں۔ مگر آپ کی تعلیم و ہدایت سے دشمنی کرتے ہیں۔ کہتے سب کچھ ہیں لیکن کرتے کچھ بھی نہیں۔ صورتیں۔ سیرتیں اور عقائد و اعمال شریعت حقہ کے خلاف اور رسول اللہ کے نام پر انگوٹھے چومنے اور میلاد میں کھڑے ہو جانے کے مسئلہ پر لڑنے مرنے کو تیار۔ عجیب احمق اور خطرناک درندہ بنایا ہے۔ اس صورت حال نے کہ کوئی مسلمان عقل و سمجھ سے کام نہیں لیتا۔ نہ قرآن کی سنتا ہے۔ اور نہ حدیث کی بس جو کچھ اُس کا پیر اور اس کا مولوی کہدے وہی اس کا دین و ایمان ہے۔

اللہ اکبر! یہ اُس امت کا حال ہے۔ جو خدا کے آخری پیغام کی علمبردار، حق و صداقت کی دعویدار اور خیر الامم بنائی گئی تھی۔ وہ اپنے فاسد عقائد و اعمال کے بوجھ ارذل الامم بن کر رہ گئی۔ جن کا کام دنیا کی ہدایت و رہبری تھا۔ وہ خود ہی سبد ان ضلالت میں بھٹک رہے ہیں۔ جن کا منصب اقامت دین تھا۔ وہ خود اس دین کو مغلوب بنا رہے ہیں۔ اور باطل کو تقویت دینے پر کمربستہ ہیں۔ اُن کے نبی نے اپنی لائی ہوئی تعلیم سے عالم کی کایا پلٹ دی۔ دُنیا کو سامانِ ہدایت سے بھرپور کر دیا۔ اور صلاح و فلاح کی تمام راہیں سجھا دیں۔ مگر ان کی سمجھ میں ابھی

Marfat.com

تک یہ نہیں آیا کہ وہ کون تھا؟ خدا یا بندہ؟ سکوت۔
کہنا چاہیئے یا نہیں۔ اور اس کا پیغام کیا ہے۔
اسپر ستم ظریفی یہ کہ کلمۂ شہادت میں اس بات
کا اقرار بھی کیا جاتا ہے۔ "مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"
محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول
ہیں۔ خدا کے جس آخری نبیؐ نے انسانیت کی جدید تشکیل
کی۔ جامد و متحرک مصنوعی خداؤں کی فرماں روائی ختم کی
اور خدائے واحد کے ساتھ انسانوں کو وابستہ کیا۔
انسانیت کا فضل و شرف کا انحصار بجائے ملک و نسب
اور رنگ و قوم کے خدا کے ساتھ وابستگی۔ توحید الٰہی اور
تقویٰ پر رکھا۔ دنیا کو ایمان، عمل صالح۔ سچائی نیکی۔ عدل
و انصاف اور عبدیت الٰہی کی تعلیم دی اور انسانوں پر فلاح
انسانی کی تمام راہیں کھولیں اُس رحمۃ للعٰلمینؐ کے متعلق
یہ بحثیں پیدا کرنا کہ انکو علم غیب تھا یا نہیں؟ انکو بشر
کہنا چاہیئے یا نہیں؟ ستم ظریفی اور حماقت نہیں تو
کیا ہے؟ ان کی انقلاب انگیز تعلیمات کو پس پشت ڈالکر
اسکو صرف انگوٹھے چومنے اور میلاد میں کھڑے ہو جانے
تک محدود کر دینا شریعت اسلامیہ سے جہالت و بغاوت
نہیں تو اور کیا ہے۔
غور کیجئے ہم مسلمانوں کو قرآن اور صاحب قرآن سے
کیوں لگاؤ نہیں رہا۔ قرآن و حدیث کی علمی و عملی ہدایات
ہماری نگاہوں سے کیوں اوجھل ہو گئیں؟ ہماری حیات

Marfat.com

انفرادی پر فسق و فجور کیوں چھا گیا۔؟ ہماری حیات اجتماعی پر غیر اسلامی افکار و نظریات کیوں مسلط ہو گئے؟ اور ہم کیوں دنیا میں ذلیل و خوار اور غلام و محکوم ہو کر رہ گئے صرف اس لئے کہ ہم نے توحید و رسالت کی حقیقت کھو دی اسی لئے ہمارے ذہن و دماغ کی تمام صلاحیتیں مفقود ہو چکی ہیں۔ اور ہمارے ضمیر مُردہ ہو گئے ہیں۔

عقیدۂ آخرت اور مُسلمان

توحید و رسالت کے بعد عقیدہ آخرت پر ایمان لانا بھی مسلمان ہونے کے لئے ایک لازمی شرط ہے صحیح اسلامی زندگی کا توحید، رسالت اور آخرت کے ٹھیک ٹھیک تصور و اعتقاد کے بغیر میسر آنا ناممکن ہے۔ جہاں توحید و رسالت اور آخرت کے اعتقاد میں کمزوری خرابی اور ملاوٹ آئی اور زندگیوں میں فساد عظیم برپا ہوا۔ اسی لئے قرآن پاک نے اپنا سارا زور اس امر پر لگایا ہے۔ کہ یہ تینوں اساسی و بنیادی اصول اپنی پوری تفاصیل کے ساتھ پیروان قرآن کے دل و دماغ میں پیوست ہو جائیں۔

آخرت کے عقیدہ کے بغیر خدا، اسکی کتابوں اور رسولوں پر ایمان لانا بالکل بے معنی بات ہے۔ اس کے انکار یا شک و تردد سے دینداری کے دعوے کے باوجود ساری زندگی خراب ہو جاتی ہے۔ جو شخص آخرت کو نہیں مانتا اس کے

Marfat.com

لئے کوئی وجہ باقی نہیں رہتی کہ وہ خدا کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کی بے نتیجہ کوشش کرے اور جہاد فی سبیل اللہ میں خواہ مخواہ جان و مال کی بازی لگائے۔ اگر وہ پھر بھی نیک اور پرہیزگار بن کر دکھائے تو سمجھ لینا چاہئے وہ اعلیٰ درجہ کا مکار، دین کا ڈاکو اور اخلاق کا رہزن ہے۔

آخرت کے انکار سے تو ایک آدمی کافر بن ہی جاتا ہے مگر اس اعتقاد کی کمزوری سے بھی اخلاق انسانی پر موت طاری ہو جاتی ہے۔ وہ محض لذاتِ نفس کا پجاری بن کر رہ جاتا ہے۔ دنیوی کاروبار میں وہ کافروں جیسا بن جاتا ہے وہ دنیا پر اسی طرح مرتا ہے۔ جس طرح کافر مرتے ہیں۔ اور وہ حیوانی زندگی پر قناعت کر کے انسانیت سے منہ موڑ لیتا ہے۔

آخرت سے انکار کرنیوالے یا اسپر کمزور ایمان رکھنے والے کا دل و دماغ رفتہ رفتہ نفس و شیطان کا مفتوح و غلام ہونے لگتا ہے۔ اور پھر بتدریج اعلیٰ اخلاقی کمالات اور اسلامی محاسن سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور ان کی جگہ انسانی عیوب اور اخلاقی کمزوریاں پیدا ہو جاتی ہیں مسلمان اسی طرح بگڑے ہیں۔ اور اب اپنی قسمت کو رو رہے ہیں۔

آخرت پر ایمان علیٰ متذبذب اور عملاً کمزور ہوتا چلا گیا اور اطاعت الٰہی کا جذبہ ٹھنڈا پڑتا چلا گیا۔ اب احکام اسلام سے فرار کی راہیں ڈھونڈی جانے لگیں اور حق و باطل گڈمڈ ہونے لگے۔ حق کی روشنی گم ہوتی چلی گئی اور باطل

Marfat.com

کی ظلمتیں دل و دماغ پر چھانے لگیں ۔ نتیجہ یہ کہ احکام اسلام کے مقابلہ میں پہلے تو تاویلات باطلہ کا چکر چلا ۔ پھر سہولت پسندی و آرام طلبی کا مرض پیدا ہوگیا۔ اب حال یہ ہے۔ کہ ہم زندگی کے ہر مسئلہ اور ہر معاملہ میں ایسی راہ ڈھونڈتے ہیں ۔ جس میں کوئی تکلیف اور نقصان نہ ہو ۔ اس سے کوئی غرض نہیں کہ وہ اسلام کی راہ ہو یا کفر کی ۔ مقصود صرف یہ ہے کہ وہ آسان، راحت رساں اور فائدہ مند ہو ۔ غضب خدا کا یہ کوئی نہیں دیکھتا کہ حق کیا ہے ۔ اور باطل کیا ہے ؟ سب یہ دیکھتے ہیں ۔ کہ ہمارا نفع اور مصلحت کس میں ہے ۔ اس نفع جوئی اور مصلحت پسندی کا مرض اتنا عام ہوگیا ہے ۔ کہ ہمارے عوام و خواص اس سے الگ ہوکر غریب اسلام کی کوئی بات نہیں سنتے اور جو سن لیتے ہیں ۔ اس میں ہزار تکلیفیں ۔ مشکلیں، دقتیں اور حیلے بہانے نظر آجاتے ہیں ۔ اور یہ اسلام کی راہ چھوڑ کر غیروں کی راہ ہولیتے ہیں ۔

اس نفع جوئی اور مصلحت پسندی نے انکو ایک بے مسلک ۔ بے اصول ۔ ناقابل اعتبار ۔ ابن الوقت مصلحت پرست اور اعیار نواز بنا کر رکھدیا ہے ۔ مذہب کا معاملہ ہو یا سیاست کا ۔ ذاتی سوال ہو یا قوم کا ۔ وہ تمام معاملات کو مادہ پرستانہ و تاجرانہ نقطۂ نگاہ سے دیکھتے اور ان کے خوب و محاسن ڈھونڈتے ہیں ۔ انہیں یہ بات مطمئن کرنے کے لئے کافی نہیں کہ یہ خدا اور اس کے رسول کا حکم ہے ۔ بلکہ وہ اس پر پہلا سوال یہ کرینگے ۔ کہ یہ قابل عمل بھی ہے یا نہیں ؟ پھر یہ

پوچھیں گے کہ اس میں کتنا فائدہ اور کتنا نقصان ہے۔ اگر کسی حکم میں انہیں آسانی اور فائدہ نظر آئے تو اُسے بسر وچشم قبول کر لیں گے۔ اور اگر اس میں کوئی مشکل اور نقصان نظر آئے تو چھوڑ بھاگیں گے۔ یہ مطلب پرستی ہے یا حق پرستی؟ کس کی مجال ہے۔ جو مسلمانوں کی اس مطلب پرستی اور دنیا پرستی کو نفس پرستی بتلائے اور انکو راہِ حق پرستی سے انحراف کا الزام دے۔ اس لئے کہ انکی اس بے راہ روی کو حق پرستی ثابت کرنے کے لئے قرآن وحدیث لئے ہوئے بڑے بڑے علماء بیٹھے ہوئے ہیں۔

لیکن مسلمان مانیں یا نہ مانیں یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ وہ ایک بے مسلک وبے اصول قوم بن گئے ہیں۔ ابن الوقتی اُن کا طرۂ امتیاز بن گئی ہے۔ ان کے تمام کاروبار حیات میں آخرت کا سوال ہی نہیں آتا۔ جدھر دیکھو اُدھر مالی منفعت اور حصول عز وجاہ کی سرگرمی نظر آرہی ہے۔ خدا کے سامنے جواب دہی اور مرنے کو سب بھولے ہوئے ہیں۔ اس طرح دُنیا پر مرنے سے ہماری عقل، دل، دماغ اور ضمیر سب چیزیں مرگئی ہیں۔ ہمپر اخلاقی موت طاری ہوگئی ہے۔ ہم دنیا کے لئے زندہ اور آخرت کے لئے مردہ ہیں۔ سب کے سامنے روٹی عزت اور دنیوی کامیابی کا سوال ہے۔ اُخروی نجات کی فکر اس زمانہ میں سب سے بڑی جہالت وحماقت بن گئی ہے۔

منکر آخرت قوموں اور آخرت پر ایمان رکھنے والے مسلمانوں میں سیاسی وتمدنی معاملات میں کوئی فرق وامتیاز باقی

Marfat.com

رہا: حصول دولت اور حصول اقتدار کے لئے جو طریقے کفار و مشرکین نے اختیار کر رکھے ہیں۔ وہی مسلمان ہی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ جس طرح قومیت و وطنیت نے دوسری قوموں کو ظالم اور مفسد بنا رکھا ہے۔ اسی طرح مسلمان بھی ظلم و فساد میں برابر کا حصہ لے رہے ہیں۔ جس طرح دوسری قومیں اپنے قومی و وطنی مفاد کے لئے ہر قسم کے جھوٹ۔ مکر فریب، بد عہدی چالبازی۔ عیاری اور مکاری کو اپنی کامیابی کے آلات و ذرائع بنائے ہوئے ہیں۔ اسی طرح مسلمان بھی سنہلے پر دہلا لگا رہے ہیں۔ کسی بات میں ذرا بھی تو فرق و امتیاز نہیں۔ جیسے دوسری قوموں کے لیڈر ہیں۔ ایسے ہی مسلمانوں کے ہیں۔ جس طرح دوسرے اپنے اخبار چلاتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان بھی چلاتے ہیں۔ ضمیر فروشی اور اغیار نوازی سے انکے ایڈیٹر، مفکر، ادیب اور لیکچرار قوت لایموت حاصل کر رہے ہیں۔ جو بھی چاہے۔ ہمارے اہل علم اور اہل قلم حضرات کو آسانی کے ساتھ خرید سکتا اور ان کی ذہنی صلاحیتوں اور عملی قوتوں کو اپنے کام میں لا سکتا ہے۔ ذرا آنکھ کھول کر دیکھیے ہمارے اہل علم اور اہل قلم حضرات کی قابلیتیں کس طرح کافرانہ سیاست اور نظامہائے باطلہ کے کام آرہی ہیں۔

ماتم کیجیے کہ قیادت و رہنمائی کی صلاحیت رکھنے والے رہنماؤں نے اپنی زندگی کا رخ اسلام سے ہٹا کر لندن، روس اور واردھا کو قبلۂ حاجات بنا رکھا ہے۔ مسلمانوں کے تمام قائدین کرام اپنی اپنی پسند کے مطابق کسی ایک قبلہ کے سامنے

سجدہ ریز ہیں۔ اپنے اپنے سیاسی معبودوں سے علم وہدایت کی روشنی اور حقوق زندگی کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ ان کے افکار ونظریات کو قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کا لباس پہنا رہے ہیں اور انکی خوشامد وچاپلوسی کو اپنی زندگی کا سہارا بنائے ہوئے ہیں۔ ان کو کبھی بھولے بھی خیال نہیں آتا۔ کہ ہمارے پاس علم وہدایت کا خزانہ قرآن وسنت بھی موجود ہے۔ لاؤ اس خزانہ سے بھی کوئی علم وہدایت لے لیں۔ اور قرآن کی روشنی میں یہ سمجھ لیں کہ قوموں کے عروج وزوال کے اسباب کیا ہیں۔ غلامی کیا ہے؟ آزادی کسے کہتے ہیں۔ اور تعظیم وترقی کے قرآنی اصول کیا ہیں۔ خالص دنیوی مفاد کیلئے بھاگے چلے جارہے ہیں۔ اور اسلام کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھتے کہ کہیں ان کی راہ نہ کھوٹی ہو جائے۔

بات اصل میں یہ ہے کہ ہمارے مذہبی وسیاسی رہنماؤں کے دل ودماغ پر مغربی طرز کی قومیت نے غلبہ پالیا ہے۔ اس نے انکو آخرت سے غافل کرکے دنیا کی طرف متوجہ کردیا ہے۔ وہ ہر چیز کو قومی ترقی اور قومی مفاد کے نقطۂ نظر سے دیکھنے کے عادی ہوگئے ہیں۔ قوم پرست قائدین کرام نے تمدن وسیاست میں تمام طور طریقے مادہ پرستوں سے سیکھ لئے ہیں۔ وہ مغربی تہذیب اور مغربی افکار کے دلدادہ ہیں۔ جبھی تو حرمتِ فاحشہ کی تعریف میں آنیوالے کامون کو بھی اسلامی لباس پہنانے میں مصروف ہیں۔ اور معاشی وسیاسی مفاد اُنہی ذریعوں اور طریقوں سے حاصل

Marfat.com

کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ جو منکر آخرت قوموں نے اختیار کر رکھے ہیں۔

لطف یہ ہے کہ ہمارے وہ علماء جو اپنی مخالف سیاسی جماعتوں کے لیڈروں کو بے دین اور مکار ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ وہ اپنی جماعتوں کے قائدوں کی تمام بے دینیاں اور مکاریاں بخوشی گوارا کئے ہوئے ہیں۔ اور بے دین لوگوں کے ساتھ وہی کام کرتے ہیں۔ جو دوسرے بے دین کر رہے ہیں۔ ان کے یہاں دینداری کا مفہوم ہی یہ پیدا ہو گیا ہے۔ کہ جو انگریز کا دشمن ہو وہ دیندار اور جو انگریز کا دشمن نہ ہو وہ بے دین۔ انگریز کی دشمنی کے پردہ میں ہر قسم کا کفر و شرک گوارا مگر جو انگریز کی دشمنی کا اعلان نہ کرے اس کی دعوت اسلام بھی ناگوار۔ اسپر نادانی اور ستم ظریفی یہ کہ انگریز سے تو دشمنی لیکن اس کے افکار و نظریات اس کی سیاست اور اس کے نظام سے دوستی۔ انگریز مجرا مگر اس کی تہذیب اچھی۔ یہ عجیب انگریز دشمنی ہے۔ جس کا نہ کوئی سر ہے۔ اور نہ کوئی پیر۔ غضب یہ کہ حصول آزادی اور حذرت دین کا یہ ایک مستقل اور ناقابل ترمیم تنسیخ اصول بن گیا ہے۔ بس انگریز چلا جائے۔ خواہ اس کا شاگرد رشید تمام مسلمانوں کو کھا جائے۔ ایک کفر سے اتنی نفرت اور دوسرے کفر سے اتنی الفت کہ اس کو خون جگر پلا پلا کر جوان اور قوی کیا جائے جو اپنی مجاہدوں کو بے ڈکار ہضم کر جائے۔ یہ ہمارے مجاہد علماء کا ایک ناقابل علاج مرض ہے

Marfat.com

یہ مرض ان کو اسلام اور آخرت کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتا۔ انگریز کی دشمنی پہاڑ بن کر اسلام کے راستہ میں حائل ہو گئی ہے۔ اس دشمنی سے مسلمانوں میں دنیا پرستی اور آخرت فراموشی کا مرض بڑھتا جا رہا ہے۔

دوسری طرف یہی حال اُن لوگوں کا ہے۔ جنہوں نے ہندو کی دشمنی کو ایک مستقل دین اور معیار ایمان بنا رکھا ہے۔ انکو یہ دشمنی اسلام اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے نہیں دیتی۔ وہ اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں۔ کہ ہندو کی دشمنی کے لئے ہر قسم کی بے دینی۔ گمراہی اور پس پائی قبول کریں خواہ اس راہ میں مسلمانوں پر کتنی ہی بربادیاں کیوں نہ آ جائیں حالانکہ نہ ہمارے وطنی مجاہد انگریز کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور نہ قومی مجاہد ہندوؤں کا بال بیکا کر سکتے ہیں۔ اگر کچھ بگاڑ رہے ہیں تو صرف مسلمانوں کو۔ انگریز اور ہندو دونوں کو اسلام سے دور اور مسلمانوں کا دشمن بنا رہے ہیں۔ ہاں ان کی ضرور چاندی ہے۔ وطن کے غازی انگریز کی دشمنی کا نام لے کر ہندو آقاؤں کو خوش کر کے کچھ لے مرتے ہیں۔ اور قوم کے پجاری ہندو کی دشمنی سے اپنی دُکان قیادت چمکا لیتے ہیں۔ عوام کے پلے بجز لاٹھیوں۔ جیلوں۔ چہروں۔ جہالت حماقت اور فقر و فاقہ کے اور کچھ نہیں پڑتا۔ کہنا صرف یہ ہے۔ کہ انگریز کی دشمنی ہو یا ہندو کی۔ دونوں لایعنی اور اندھے پن کا ثبوت ہے۔ دونوں کی بنیاد محض دنیا پرستی پر ہے۔ جو کچھ بھی ہے۔ قومی مفاد کے لئے ہے۔ اور نام غریب اسلام کا بدنام ہو رہا ہے

Marfat.com

ہے۔ کیا آخرت پر ایمان رکھنے والوں کا یہی حال ہوا کرتا ہے؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ سیاسی و معاشی مفاد اور پیٹ کے دھندے کو آخرت پر ترجیح دی جا رہی ہے۔ ہر قائد سیاسی آزادی اور اقتصادی بہتری و برتری کے حصول میں حرام و حلال تک کی تمیز کو اپنے نزدیک نہیں آنے دیتا۔ خدا و رسول کے احکام کو مدنظر نہیں رکھتا۔ اور قرآن و حدیث کی ہدایت و رہنمائی سے بالکل لاپرواہ ہے۔ آج مسلمانوں میں کوئی جماعت ایسی نہیں جو دشمنوں سے اپنی حفاظت کرنے۔ منظم ہونے۔ ابھرنے اور ترقی پانے کی خواہش و امنگ میں کتاب و سنت سے ہدایت و رہنمائی لے رہی ہو۔ سیاسی و تمدنی مسائل و مشکلات کو اسلامی اصول و احکام کی روشنی میں حل کر رہی ہو اور اپنے طریق کار کا تعین ہدایت الٰہی کے مطابق کرتی ہو۔ یہ کیوں ہے۔ صرف اس لئے کہ ہمارے سیاسی رہنماؤں کو صرف دنیوی ترقی و کامرانی مطلوب و مقصود ہے۔ اور اُخروی فلاح و نجات کا اُنہیں مطلق خیال نہیں۔ شاید اُنہیں یہ معلوم نہیں کہ اسلام نے ہماری عملی زندگی کے متعلق جتنے بھی اصول و قوانین اور احکام و ہدایات دی ہیں۔ اُن میں اُس نے ہماری دنیوی و اُخروی دونوں قسم کی زندگیوں کی فلاح و کامرانی کو ملحوظ رکھا ہے۔ اسلام صرف راہبوں کا مذہب نہیں۔ کہ وہ صرف نماز روزہ۔ حج و زکوٰۃ اذکار و اشغال ورد و وظائف اور نکاح و طلاق تک محدود

Marfat.com

ہو کر رہ جائے اور سیاسی و تمدنی معاملات و مسائل میں مسلمانوں کو آوارہ و اونٹ بے مہار چھوڑ دے کہ وہ تنظیم و ترقی کے لئے در در ھا۔ لندن اور روس کی خاک چھانتے پھریں۔ اور پھر آپس میں لڑ لڑ کر اپنی فکری و عملی قوتوں کو ضائع کریں اور دشمنوں کو تقویت پہنچائیں۔

اگر ہمارے رہنماؤں کے نزدیک اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے۔ تو اس کے کیا معنے کہ وہ مناصب عہدوں۔ حقوق اور آسائیوں کی خوشنما فریب میں خود بھی مبتلا ہیں اور مسلمانوں کو بھی مبتلا کر رہے ہیں۔ اور زندگی حقوق کی بھیک ائمہ کفر و ضلالت سے مانگ رہے ہیں کیا اسلام دنیا میں زندہ رہنے۔ ترقی حاصل کرنے اور اچھی و کامیاب زندگی بسر کرنے کا کوئی اصول و طریقہ نہیں بتلاتا؟ اور دوسروں کے راستوں پر چلنے کے علاوہ مسلمانوں کی اپنی راہ کوئی نہیں۔ قرآن پاک نے جو کہا ہے کہ تم سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ تو کیا یہ حکم صرف فقہ و تصوف اور علم کلام تک ہے۔ سیاسیات و اقتصادیات پر اس حکم کا اطلاق نہیں ہوتا۔ کیا مذہب الگ اور سیاست الگ ہے؟ اور کیا اسلام اپنے پیروؤں کو زندگی کے بعض معاملات و مسائل میں کفار و مشرکین کی تقلید و پیروی اور اطاعت و وفاداری کی اجازت دیتا ہے۔؟ اگر ان میں سے کوئی بات بھی نہیں تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے رہنماؤں کو کتاب و سنت

Marfat.com

میں وہ کونسی چیز نہیں ملتی۔ جس کے لئے وہ کفار و مشرکین
کے محتاج و دست نگر بن گئے ہیں؟ آخر وہ کونسی چیز ہے۔
جو اُن کو اغیار کے سامنے دست سوال دراز کرنے
اور جبہ سائی کرنے پر مجبور کر رہی ہے؟

ان تلخ و ناگوار حقائق پر اگر آپ ٹھنڈے دل سے غور
کریں۔ تو آپ بآسانی اس نتیجہ تک پہنچ جائیں گے کہ ہمارے
رہنماؤں کے سامنے بس دنیا ہی دنیا ہے۔ اسی ظالم
دُنیا نے انکو لادین سیاست کے جال میں بہت بری
طرح پھنسایا ہے۔ یہ دنیا کی اندھی محبت ہی علماء سے علماء کو
صوفیا سے صوفیا کو۔ لیڈروں سے لیڈروں کو۔ جماعتوں
سے جماعتوں کو۔ اخباروں سے اخباروں کو۔ عوام سے عوام
کو۔ اور بھائیوں سے بھائیوں کو آپس میں لڑا رہی ہے۔ آج
دنیا میں جتنا بھی فساد چھایا ہے وہ یہی دنیا پھیلاتی ہے۔ مسلمان دوسری قوموں کی
تنظیمیں۔ ترقیاں اور کامرانیاں دیکھ دیکھ کر حواس باختہ
ہوئے جا رہے ہیں۔ دوسروں کی طاقتوں کو دیکھ کر سہمے جا
رہے ہیں۔ ان کی فارغ البالی و خوشحالی دیکھ کر مبہوت
ہو رہے ہیں۔ ذہن آوارہ و منتشر ہیں۔ عقلیں آزاد ہیں۔ جو اُن
کے جی میں آرہا ہے کر رہے ہیں۔ اس افرا تفری اور پریشانی
و ابتری میں ان کی نگاہیں قرآن و حدیث تک نہیں
جاتیں۔ اور اپنا جائزہ نہیں لیتیں۔

ضرورت ہے کہ اس مادہ پرستانہ طرز حیات
لادین سیاست اور آخرت فراموشی پر سخت تنقید

Marfat.com

کی جائے مسلمانوں کو اسلام کی طرف متوجہ کیا جائے۔
ان کے سامنے اسلامی نصب العین۔ اسلامی مسلک
و نظریہ۔ اسلامی طریقہ اسلامی راستہ اور اسلامی
پروگرام رکھا جائے۔ آخرت کا تصور یاد دلایا جائے۔
تاکہ وہ سمجھیں کہ مومنانہ ترقی و کامیابی کچھ اور ہے
اور کافرانہ ترقی و کامرانی امر دیگر۔ اس کے بغیر مسلمانوں
کی بہتری اور مسلمان کی برتری ناممکن ہے۔

یاد رکھیے آخرت کا اقرار مسلمانوں کی زندگی میں
ایک فیصلہ کن اثر رکھتا ہے۔ اس عقیدہ کا جو اثر عملی
طور پر ہماری انفرادی و اجتماعی زندگی میں پایا جانا
چاہیئے۔ اس کو موجودہ سیاسیات اور مادہ پرستانہ
قوم پرستانہ نقطۂ نظر نے بہت بری طرح کچلکر رکھ
دیا ہے اور زیادہ افسوسناک امر یہ ہے۔ کہ ہمارے
مذہبی و سیاسی رہنماؤں کو اس کا احساس و شعور
تک نہیں کہ ہماری زندگیاں کیونکر غیر اسلامی بنتی چلی جا
رہی ہیں۔ اور ان کی روک تھام کس طرح ہونی چاہیئے۔
ان کی نظر اپنی جد و جہد اور افعال کے آخری نتائج
پر نہیں رہتی۔ وہ دنیا کے فائدے اور نقصان ہی کو سب
کچھ سمجھ رہے ہیں۔ وہ اپنی سیاسی و معاشی جد و جہد
میں کوئی طرز عمل آخرت کے دائمی فائدے و نقصان کو
ملحوظ رکھ کر اختیار نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہم کامیابی
کو ترس رہے ہیں۔

Marfat.com

اسلام ہم سے کس قسم کا مومنانہ فکر و عمل چاہتا ہے؟

ایمان باللہ۔ ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرت میں ہمارا جو حال ہے۔ وہ آپ نے سن لیا۔ اگر ہم اپنی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہدیں کہ دراصل ہم اللہ۔ رسول اور آخرت پر ایمان رکھتے ہوئے بھی سچے اور کامل ایمان سے محروم ہیں۔ تو اس میں تلبیس میں آنے اور حیلے بہانے ڈھونڈھنے کی کوئی بات نہیں۔ ہماری صلاح و فلاح اسی میں ہے۔ کہ ہم اس حقیقت کا اعتراف کریں اور پھر نئے سرے سے قرآن و سنت سے وہی ایمان حاصل کریں جو صحابہ کرام نے حاصل کیا تھا۔

بہت ممکن ہے۔ کہ آپ ابھی تک یہ نہ سمجھ سکے ہوں کہ وہ ایمان کونسا ہے۔ جس سے ہم محروم ہیں۔ اور اس سے کونسا فکر و عمل پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ یہاں وہ ایمان کے مقتضیات بیان کردوں جن سے امتِ مسلمہ کی ذہنیت بنتی اور اسلامی سیرت و کردار پیدا ہوتا ہے۔

Marfat.com

(۱) علم حق اور قوت مشاہدہ

اتنی بات تو سب جانتے اور مانتے ہیں کہ سچا مومن اور سچا مسلم وہ ہے۔ جو توحید کا صحیح علم و اعتقاد رکھے اور اپنی عبادت و بندگی کو خدائے واحد کے ساتھ مخصوص کرے اس کی صورت لامحالہ یہی ہے۔ کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا متبع بن جائے۔ توحید کا کونسا علم مطلوب ہے۔؟ وہ جو شرک کی پوری طرح جڑ کاٹ دے۔ اس علم کا ایک ذریعہ تو قرآن و حدیث ہیں اور دوسرا ذریعہ آفاق و انفس میں اللہ کی نشانیاں ہیں۔ یعنی اللہ کی ذات و صفات کا علم بنیادی و اساسی طور پر قرآن پاک سے حاصل ہوتا ہے جو انسان کو ہر قسم کی فکری گمراہیوں سے بچاتا ہے۔ دوسرے اس علم کا بقسم آفاق و انفس سے بھی ہوتا ہے۔ یعنی انسان کو چاہئے کہ اس کائنات سے بھی صفات الٰہی کے آثار و علامات کو پہچانے۔ وہ آثار و علامات کائنات کے ذرے ذرے اور خود انسان میں بھی پائے جاتے ہیں۔

مگر مسلمانوں کا یہ حال ہے۔ کہ وہ قرآنی توحید سے بے خبر ہیں۔ ہاں فقہی و کلامی توحید کو خوب جانتے ہیں۔ پھر آفاق و انفس سے بھی صفات الٰہی کا علم حاصل نہیں کرتے۔ کتابی علم میں منطقیانہ و فلسفیانہ الجھنیں ڈالدی ہیں۔ اُن سے انسان کا دماغ پریشان ہو جاتا ہے۔ مگر گوہر مقصود

Marfat.com

ہاتھ نہیں آتا رہا صحیفہ کائنات سے حصول علم کا معاملہ سوا اس کی تو وہ صلاحیت بھی کھو چکے ہیں۔ حالانکہ قرآن پاک میں اندازاً ساڑھے سات سو آیتیں ایسی ہیں۔ جن میں انسانوں کو کائنات پر غور کرنے اور اشیاء عالم سے توحید و معاد کا علم حاصل کرنے کی ترغیب و تحریص دلائی گئی ہے۔ مگر یہ ساڑھے سات سو کی سات سو آیتیں اب تک محروم نظر ہیں۔ اور ہمارے اہل علم و نظر تو نت مشاہدہ سے محروم ہیں۔ وہ آثار و مظاہر کے صرف ظاہری پہلو کو دیکھ رہے ہیں۔ مگر ان کے باطن میں نہیں گھستے چنانچہ قرآن پاک ان کی شکایت کرتا ہے۔

وَكَأَيِّن مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ

آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے وہ یوں ہی گذر جاتے ہیں۔ اور غور و فکر نہیں کرتے۔

اگر ہمارے اصحاب فکر و نظر کائنات پر کما حقہٗ غور و فکر کرتے تو انہیں صاف نظر آجاتا کہ "اس کائنات میں خلق و امر دونوں، خدا ہی کے ساتھ خاص ہیں۔ اس دنیا کا خالق اللہ ہی ہے۔ اس لئے یہاں اسی کی حکومت ہونی چاہیئے۔ اور انسانوں پر اس کا حکم چلنا چاہیئے۔ اس سے سیاسی و تمدنی شرک کی جڑ کٹ جاتی۔ خدا کی عظمت و جلال قلب و دماغ پر چھا جاتی۔ اور مومن توحید کی قوت سے تمام طاغوتی

Marfat.com

حکومتوں کے تخت اُلٹ دیتے۔ پھر کائنات سے ان کو یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ قیامت آنے والی ہے۔ ہر چیز کا رُخ اسی کی طرف ہے۔ اس سے اُن میں ذمہ داری اور خدا کے سامنے جواب دہی کا مضبوط احساس پیدا ہوتا اور وہ دنیا پر کافروں کی طرح نہ مرتے۔ مگر قرآن کو کہنا پڑا:۔

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ

بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ جو ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔

ظاہر ہے کہ جو لوگ قوت مشاہدہ سے محروم ہیں۔ ان پر معرفت کا دروازہ کس طرح کھل سکتا ہے۔ ہمارا کتابی علم اس قوت مشاہدہ کو کہا گیا۔ اس لئے ہمارے اہل علم مشاہدات قدرت کو صحیح طریقہ سے ترتیب دیکر اُن سے صحیح نتائج اخذ نہ کر سکے اس لئے قرآن بار بار کہتا رہ گیا:۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

لیکن بہت سے لوگ علم نہیں رکھتے۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔

لیکن ان کے بہت سے لوگ عقل نہیں رکھتے۔

اس علم اور عقل سے ہم آج تک محروم ہیں۔ اور علماء کو صدیاں ہو گئیں۔ اس بات کی فرصت ہی نہیں ملتی کہ وہ یہ علم و عقل بھی حاصل کریں۔ خلافت الٰہیہ کی حقیقت کو سمجھیں اور اس دنیا میں بالغ نظر مومن کی طرح رہنا سیکھیں۔

مومنوں نے تو مومن بن کر تسخیر کائنات کا ثبوت نہیں دیا۔ اور قرآن بار بار انکو دعوت فکر و نظر دیتا رہا۔

اس کی سزا یوں ملی۔ کہ مادہ پرست یورپ اپنی فکری اکتشافی اور ایجادی قوتوں کو لے کر اُٹھ کھڑا ہو۔ اور ساری دنیا پر چھا گیا۔ اب ساری دنیا کے مومن کافروں کے غلام و محکوم ہیں۔ اور ان کی خوشامد و چاپلوسی اطاعت و وفاداری اور خیمہ برداری کر کے اپنا پیٹ بھر رہے ہیں۔

اس کے سوا اُن کا مقصدِ حیات اور کچھ نہیں رہا کہ طاغوتی نظاموں کے ماتحت زندگی کی آسانیاں ڈھونڈیں اور حقوق کی بھیک مانگیں۔

(۴) مومنانہ فہم و بصیرت

قرآن حکیم مسلمانوں میں ایمان بالغیب۔ ایمان بالرسول اور ایمان بالآخرت کے ذریعہ ایسی پختہ و مضبوط فکر و نظر پیدا کرنا چاہتا ہے۔ کہ وہ غیر اسلامی افکار و نظریات سے ذرا بھی متاثر نہ ہوں کفار و مشرکین سے ذہنی طور پر مات نہ کھا جائیں۔ سوسائٹی کے اثرات سے محفوظ رہیں آبائی طریقوں۔ خاندانی لغویتوں اور قومی روایات سے اثر نہ لیں اور راہ حق پر پورے علم و بصیرت اور صبر و استقامت کے ساتھ ڈٹے رہیں۔

مگر یہاں یہ حال ہے۔ کہ بڑے بڑے ذی علم۔ عاقل۔ مجاہد اور متدین حضرات سوسائٹی اور خاندان کے اثرات کو اور غیر اسلامی افکار و نظریات کو اپنے دل و دماغ پر مسلط

Marfat.com

کئے ہوئے ہیں۔ انھوں نے ماحول کے سامنے ہتھیار ڈال رکھے ہیں۔ نامساعد حالات کو بہانہ بناکر راہِ حق سے کترا رہے ہیں۔ قومی روایات پر مرے جا رہے ہیں۔ جس ڈگر پر ان کے اعاظم رجال ان کو ڈال گئے ہیں۔ اُسی پر آنکھ بند کرکے چلے جا رہے ہیں۔ اور اپنے طور پر غور و فکر اور تعقل و تدبر کو طلاق دے بیٹھے ہیں۔

قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ۔

کہتے ہیں ہم کو وہی کافی ہے۔ جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے۔ کیا۔ اگرچہ ان کے بڑے نہ کچھ علم و سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت پر ہوں (تو کیا یہ انکار پرستی کے مریض پھر بھی باپ دادا کے طریقہ پر ہی چلے جائیں گے)

یعنی اگر کتاب و سنت سے یہ ثابت ہو کہ ہمارے اسلاف صاحب علم و عرفان، راہِ حق پر قائم تھے ان کے اقوال و افعال وحی الٰہی کے تابع تھے اور وہ ہدایت پر تھے تو پھر تو ان کی قدر کرنی چاہئے۔ ان کے طریقہ کی پیروی کرنی چاہئے۔ ان سے سبق لینا چاہئے۔ ان کے کارناموں کو اپنے لئے چراغ راہ بنانا چاہئے۔ اور اُن سے اتباعِ حق کے لئے محبت و عقیدت رکھنی چاہئے لیکن اگر وہ حق پر نہ ہوں۔ وحی الٰہی کے علم و ہدایت سے محروم ہوں۔ پھر بھی ان ہی کی راہ پر چلے جانا یہ حق پرستی کے

منافی اور اہل علم کی شان سے بعید ہے
لیکن یہاں یہ حال ہے۔ کہ ہزاروں علمار ایسے ہیں
جو محض اس لئے کانگریسی ہیں۔ کہ اُن کے اکابر کانگریسی
ہیں۔ اندھا دھند انہی کی پیروی کئے چلے جا رہے
ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہوئے کہ بہر حال وہ حق پر ہیں۔ وہ ہم سے
زیادہ قرآن و حدیث کو جانتے ہیں۔ مجال نہیں کہ
وہ کبھی بھولے سے بھی یہ دیکھنے کی تکلیف گوارا کریں
کہ وہ اکابر جس راہ پر چل رہے ہیں۔ وہ اسلام کی راہ
ہے یا وطن کی؟ انھوں نے اپنے ذاتی علم و عقل کو بالکل
بیکار و معطل کر رکھا ہے۔ یہی حال اُن علمار کا ہے
جو لیگ کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔ ان کو بھی اسلام
اور غیر اسلام میں تمیز کرنے کی توفیق نہیں۔ پھر
لطف یہ کہ ائمہ مجتہدین کی تقلید و عدم تقلید پر
بحث و مباحثہ میں صدیاں گنوائیں۔ مگر سیاسیات
میں وہی اندھی تقلید گوارا کر لی جو مذہبیات میں ناگوار
تھی۔ فقہ میں حضرت امام ابو حنیفہؒ تک کی تقلید
شرک اور سیاسیات میں کفار و مشرکین
تک کی تقلید و اطاعت تک عین توحید اور مجاہدہ
کیا اسی کا نام مومنانہ فہم و بصیرت ہے؟۔

Marfat.com

(۳) حق پسندی اور قوتِ ارادی

سچا ایمان مومنوں میں حق پسندی اور قوتِ ارادی کی اتنی زبردست قوت پیدا کرتا ہے۔ کہ وہ خود اپنے نفس کی خواہشات اور رجحانات کا مقابلہ کر سکیں اسلئے کہ خواہش نفس پہلے تو معرفت حق ہی سے روکتی ہے ایک شخص جب اپنی کسی غلط فہمی یا ایمانی کمزوری کی وجہ سے کسی غلط راستہ پر چل پڑتا ہے۔ تو بس پھر وہ اس پر چلے ہی جاتا ہے۔ یہ نہیں دیکھتا کہ میرا راستہ غلط ہے یا صحیح؟ اگر اُسے کبھی یہ علم و شعور بھی ہوتا ہے کہ میں غلط راستہ پر ہوں تو اس کا نفس اس فریب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ کہ اگر تو نے یہ راستہ چھوڑا تو تیرے تمام متبعین بدک جائیں گے۔ لوگوں میں بڑی سبکی ہوگی۔ اس طرح اس کا نفس علم کے مطابق عمل کرنے سے قدم قدم پر مزاحمت کرتا اور اس کو راہ حق پر آنے سے روکتا ہے۔ اگر وہ اپنی ایمانی قوت سے اپنے نفس کی اس خواہش کو توڑ دے تو علم پر عمل کرنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ ورنہ خواہش نفس عقل و فکر پر چھائی چلی جاتی ہے۔ اور اُسے غلط راستہ پر سخت سے سخت حالات میں بھی جمائے رکھتی ہے

اور بالآخر وہ اپنے رجحانات کے آگے تسلیم فکری ہتھیار ڈالدیتا ہے۔

مجھ جیسے معمولی انسان تو درکنار بڑے بڑے علم وفضل، عقل و بصیرت اور فہم و فراست والے یکتائے روزگار علماء اس رہزن کی شرارتوں سے بچنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ اسی لئے قرآن پاک نے خواہش نفس کی گمراہی کو سب سے بڑی گمراہی بتلایا ہے۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ۔ اُس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جس نے اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی ہوائے نفس کی پیروی کی۔

اگر صرف علم سے کسی کو حق پسندی اور قوت ارادی میسر آجایا کرتی تو دُنیا میں علماء کبھی نہ گمراہ ہوا کرتے اور قرآن مجید انکو کتمان حق کی بڑی بڑی وعیدیں نہ سناتا۔ مگر بڑا علم کچھ نہیں۔ جب تک اس کے ساتھ وہ ایمان نہ ہو جو علماء کو خواہش نفس اور رجحان طبع کے مقابلہ میں حق پر قائم رکھے۔ قرآن عوام و خواص سب میں ایسا ہی ایمان پیدا کرنا چاہتا ہے۔ جو لوگ ایسے ایمان سے محروم ہیں۔ انہی کے حق میں کہا گیا ہے:

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ

اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِہٖ وَ قَلْبِہٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشَاوَۃً۔

تو کیا تو نے دیکھا اُس شخص کو جس نے اپنی خواہشات نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ باوجودیکہ وہ علم رکھتا ہے۔ دیگر جب اس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنایا تو) اللہ نے اُسے بھٹکا دیا۔ اس کے کانوں اور اس کے دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔

معلوم ہوا کہ خواہش نفس ایسی بُری بلا ہے۔ کہ علم ہوتے ہوئے بھی اہل علم کو راہِ حق نہیں سوجھتی۔ اُس کے کانوں پہ مہر لگ جاتی ہے۔ پھر وہ آواز حق نہیں سنتا۔ دل پر بھی مہر لگ جاتی ہے۔ پھر وہ اُس سے سوچتا سمجھتا کچھ نہیں اور اس کی آنکھوں پہ پردہ پڑ جاتا ہے۔ وہ اپنے اقوال و افعال کے نتائج بھی نہیں دیکھتا۔ یہ کیوں صرف اس لئے کہ اس میں اتنا قوی ایمان نہیں ہوتا۔ جو اس کو خواہش نفس کی پیروی سے روکے بس اس کا نفس ہی اُس کا معبود بن جاتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کو یہ تنبیہ و ہدایت کی گئی تھی:

لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

ہوائے نفس کی پیروی نہ کرنا ورنہ یہ تمہیں اللہ کے راستہ سے بھٹکا دیگی۔

Marfat.com

آج ہم کیوں اسلام کی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ ہمارے عوام و خواص خواہش نفس کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں۔ اور اُس ایمان سے محروم ہیں۔ جو ہمیں نفس کی غلامی سے روکے۔ اپنے سامنے احیاء اسلام اور اقامت دین کا نصب العین کیوں نہیں رکھتے؟ اس لئے کہ یہ نصب العین ہم سے جان و مال کی قربانی مانگتا ہے۔ مگر یہ ہمارے علماء تک سے نہیں ہو سکتا کہ اللہ کی راہ میں ذرا سی قربانی بھی برداشت کریں۔ ہاں وطنی آزادی یا قومی حقوق کے لئے جیلوں میں جا سکتے۔ اور بڑی بڑی قربانیاں دے سکتے ہیں۔ اس لئے کہ اس قربانی سے شہرت ہوتی۔ لیڈری چلتی۔ اپنی بات بنتی اور اغیار کی خوشنودی کے پروانے ملتے ہیں۔ لیکن اگر اسلامی نظام کے قیام کے لئے اُٹھیں تو سوائے رضائے الٰہی کے اور کچھ بھی نہیں ملتا۔ ہم اسلامی دعوت کو سن کر کیوں ناک چڑھاتے اور اس میں کیڑے ڈالتے ہیں؟ اس لئے کہ اسلام کی پہلی ضرب ہماری اپنی خواہشات پر پڑتی ہے۔ یہ ہم سے ہو نہیں سکتا۔ کہ حق کے لئے اپنی زندگی کو ناحق برباد کر لیں۔ اور اپنی تمام راحتوں، آسانیوں اور دلچسپیوں سے منہ موڑ لیں۔ حالانکہ اسلام نفس کی غلامی سے چھڑا کر اللہ کی بندگی میں لے آتا۔ اور مومنوں کو دارین کی تمام نعمتوں، دولتوں۔ ترقیوں اور کامرانیوں سے سرفراز

کردیتا ہے۔ اور یہ وہ چیز ہے۔ جس پر عہدِ نبوت وخلافت راشدہ کی تاریخ بھی گواہ ہے۔ مگر عہدِ حاضر کے مسلمانوں کو پھر بھی کچھ نظر نہیں آتا اور وہ اسلام کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ ہاں قوم اور وطن کے لئے ان کو جہاں جی چاہے مروا دو اور روٹی کے لئے اُن سے جو جی چاہے کروالو۔

غرض یہ کہ ہمیں خواہش نفس نے راہ حق سے بھٹکا رکھا ہے۔ اور ہم حق پسندی وقوت ارادی سے محروم ہیں۔ یعنی ہمارا ایمان اتنا قوی نہیں کہ ہمیں باطل راہوں اور غلط طریقوں سے ہٹا کر راہ حق اور اسلامی طریقہ پر لگا دے۔

(۳) فرقانی شان اور برہان رب

قرآن ہمیں اپنے پیروؤں کو جو ایمان دیتا ہے۔ اُس سے مومنوں کی وجدانی قوتیں بیدار ہوتی ہیں۔ اور ان کے ذہن کا سانچہ ہی ایسا بن جاتا ہے۔ کہ وہ زیادہ غور وفکر کرنے اور سوچنے سمجھنے کے محتاج نہیں رہتے۔ بلکہ ان کی فطرت ہی ایسی ہو جاتی ہے۔ کہ وہ حق وباطل میں فی الفور امتیاز کر لیتے ہیں۔ غلط بات پہلی نظر میں ان کو کھٹک جاتی ہے۔ اور حق بات سامنے آئے

Marfat.com

ہی دل میں اُتر جاتی ہے۔ حقیقت اور صداقت سے
وہ ایسے مانوس ہو جاتے ہیں۔ جیسے بچے ماں
سے۔ باطل اور غلط سے وہ ایسے بھاگتے ہیں جیسے
سانپ سے۔ ذہن میں ایمان کی ایک مستقل
روشنی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ دینی حقائق کا مشاہدہ
کراتی رہتی ہے۔ راہ حق سے مستقل طور پر بھٹکنے
نہیں دیتی۔ اگر کوئی ٹھوکر لگتی ہے۔ تو وہ فوراً بیدار
و متنبہ ہو جاتے ہیں۔

ایسا ایمان مومنوں کو پورا پورا خداشناس اور خود
شناس بنا دیتا ہے۔ خدا تعالےٰ کی ذات و
صفات کا پورا اور صحیح تصور اُن کے دلوں میں اتر
جاتا ہے۔ وہ کامل طور پر خدا کی اطاعت و بندگی
کے دائرے میں آجاتے ہیں۔ اور اپنی بندگی کو خدا
کے لئے خالص کر لیتے ہیں۔ انہیں کی شان میں کہا
گیا ہے:۔

إِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ
بِهٖ۔

اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے۔ تو تمہیں ایک نور
حاصل ہو جائے گا۔ جس سے تم دنیا میں چلو پھرو گے۔

أَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ
نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ الخ

ایسا شخص جو کہ پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اسکو زندہ

Marfat.com

کیا اور ہم نے اسکو ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے لوگوں میں چلتا پھرتا ہے۔

یعنی ایمان سے ایک ایسی زندگی اور ایسا نور ملتا ہے۔ کہ پھر موسنوں میں ضعف و ناتوانی نام کو نہیں رہتی۔ ان کو ایک ایسی روشنی مل جاتی ہے۔ کہ وہ دنیا میں ایک فرقانی اور امتیازی شان کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہر قسم کی ظلمتوں میں مشعل حق کو روشن رکھتے ہیں۔ نہ نفس کے فریب میں آتے ہیں۔ نہ شیطان کا کوئی دھوکا کھاتے ہیں۔ نہ کسی باطل سے ٹھوکر کھاتے ہیں۔ نہ کسی غلطی پر اصرار کرتے ہیں۔ اور نہ کسی طاغوتی طاقت سے مرعوب ہوتے ہیں۔ ہر زمانہ و مکان اور ہر حال میں راہِ حق پر قائم رہتے ہیں۔ یعنی اپنے تمام افکار و اعمال کو احکام الٰہیہ کے مطابق رکھتے ہیں۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ فرشتے بن جاتے ہیں ان سے کسی سہو و نسیان، کمزوری و غلطی اور لغزش و معصیت کا امکان ہی نہیں رہتا۔ اور وہ تمام بشری کمزوریوں سے پاک ہو جاتے ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ وہ مستقل طور پر کسی کمزوری غلطی، بے راہ روی اور گمراہی پر جمے نہیں رہتے۔ اُن کی زبردست بصیرت اور ایمانی طاقت انکو بیدار و متنبہ کرتی رہتی ہے سہو و خطا کی ٹھوکر ان کو ضرور لگ جاتی ہے۔ اور اس

Marfat.com

سے ان کی ارتقائی صلاحیت و استعداد میں کمی بھی آجاتی ہے۔ مگر وہ ہمیشہ کے لئے راندۂ درگاہ نہیں ہو جاتے۔ لغزش کے بعد وہ کھوئی ہوئی صلاحیتوں اور استعدادوں کی بازآفرینی میں پہلے سے زیادہ مستعد و سرگرم ہو جاتے ہیں۔ اور فکر و عمل کی پختگی حاصل کرتے چلے جاتے ہیں۔

یہ فرقانی شان پہلے تو کسب و کوشش اور طلب و استقامت سے حاصل ہوتی ہے۔ پھر ایک خداداد چیز بن جاتی ہے۔ یہی برہان مبین۔ ہدایت الٰہی اور توفیق خداوندی ہے۔ جو مضبوط ایمان والوں کو نصیب ہوتی ہے۔ اس کے لئے کہا گیا ہے۔

مَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ

جس کو اللہ نے روشنی نہ دی ہو۔ اس کے لئے پھر کوئی روشنی نہیں۔

ایمانداران اس نور کی وجہ سے عبادت و بندگی کی راہ کبھی مستقل طور پر نہیں چھوڑتے اور کسی باطل میں پھنسے ہوئے نہیں رہتے۔

مگر ہمارا یہ حال ہے۔ کہ ہم یہ روشنی ہی کھو چکے ہیں۔ صدیوں سے صحیح اور غلط عقائد گڈمڈ ہیں۔ مگر آج تک ہمارے اہل علم صحیح عقائد و افکار کو غلط عقائد و افکار سے الگ کر کے امت مسلمہ کے سامنے نہیں رکھ سکے۔ صدیوں سے غیر اسلامی افکار و نظریات

Marfat.com

اپنے دل و دماغ پر مسلط کر رکھے ہیں۔ مگر اب تک اسلامی و غیر اسلامی افکار میں تمیز کرنے کی توفیق نہیں ملی۔ غیروں کی راہوں پر چل رہے ہیں۔ اور اپنی راہ نظر نہیں آتی۔ کفار و مشرکین کے طور طریقوں کی پیروی کئے چلے جا رہے ہیں۔ مگر کتاب و سنت کی تقلید و پیروی نصیب نہیں ہوتی۔ دوسروں کے نصب العینوں کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ مگر اقامت دین کا اپنا نصب العین قرآن و حدیث میں نظر نہیں آتا۔ اور باطل نظاموں کے تحت زندگیاں گذار رہے ہیں۔ اور کبھی اسلامی نظام کے قیام کا خیال نہیں آتا۔

معلوم ہوا کہ ہم برہان رب یا ہدایت الٰہی، توفیق خداوندی، نور بصیرت اور فرقانی شان کو کھو چکے ہیں۔

(۵) تمسک بالکتاب والسنۃ

قرآن حکیم نے تخلیق انسانی کے مقصد کی تکمیل کے لئے اس زندگی اور اگلی زندگی دونوں کو ضروری قرار دیا ہے۔ وہ اپنے پیروؤں کو ایک مکمل نظام حیات عطا کرتا ہے ان کی ہدایت و رہنمائی کی ضمانت

لیتا ہے - وہ امم سابقہ کے عروج وزوال کی داستانیں سناتا ہے۔ تاکہ پیروان قرآن اپنے عروج وزوال کے اسباب وقوانین کا تعین کتاب اللہ کی روشنی میں کریں۔ ہلاکت وبربادی کی راہوں سے بچیں۔ اور حیات وارتقاء کی راہ پر قائم رہیں۔ قرآن پاک صاف طور پر ہلاکت وبربادی کی راہیں دکھاکر مامون ومصئون رہنے اور صحیح طور پر ارتقا حاصل کرنے کا طریقہ بتلاتا ہے۔ کہ قرآن پر ایمان لانے والے مکمل طور پر قانون الٰہی کی پیروی کریں۔

ایمان کے مدعی صرف اُس ضابطہ کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیں جو حضرات انبیاء علیہم السلام کی وساطت سے اللہ تعالےٰ کی طرف سے انسانوں کو ملا ہے - اسی میں ان کے نفس کی حفاظت نشوونما ارتقا کا سامان اور متصادم ومتحارب قوتوں سے سامان مدافعت ہے۔ قانون الٰہی کی پیروی ہی انسانوں میں وہ تمام صلاحیتیں پیدا کرتی ہے - جس سے وہ اپنا مقصدِ حیات بدرجہ اتم واکمل حاصل کرسکیں اور دنیوی کامیابی واُخروی نجات کے مستحق بن جائیں۔

ساتھ ہی قرآن مبین نے یہ بھی واضح کردیا ہے۔ کہ جو لوگ قوانین الٰہیہ کی جگہ انسانوں کے خود ساختہ نظاموں کے ماتحت زندگی بسر کرتے ہیں - وہ محض اپنی حیات طبعی ہی کی پرورش اور حفظ وبقا کے لئے

Marfat.com

وقف ہوکر رہ جاتے ہیں۔ حیاتِ اُخروی ان کی نگاہوں سے اوجھل ہوجاتی ہے۔ بالآخر وہ ہلاک و برباد ہوجاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر یہ بار نہیں ڈالا کہ وہ اپنی اصلاح، ہدایت، ترقی، کامیابی اور نجات کا راستہ خود ڈھونڈھ لیں۔ اپنی فلاح کا سامان خود کرلیں۔ تنظیم و ترقی کے اصول و قوانین خود گھڑلیں اور اپنے رہنما خود آپ بن جائیں، بلکہ بنی نوعِ انسان کی ہدایت و رہنمائی کا کام اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ چنانچہ ابتداءِ آفرینش میں ہی اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو آگاہ کردیا تھا۔ کہ اے انسانو! تمہارے لئے نجات و فلاح کی صورت صرف یہ ہے۔ کہ میری طرف سے جو ہدایت تمہارے پاس آئے تم اس کی پیروی کرو۔

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ. وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ؕ

پس جب کبھی ایسا ہو کہ تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو جو شخص بھی میری ہدایت کی پیروی کرے تو انہیں نہ کوئی خوف ہے۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جو لوگ انکار کریں اور میری آیتوں کو جھٹلائیں۔ وہی

لوگ دوزخ والے ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اس لئے قرآن پاک مسلمانوں سے ایسے ایمان کا مطالبہ کرتا ہے۔ جو سمعنا واطعنا کا مصداق ہو۔ یعنی ایسا مذار اللہ تعالےٰ کے احکام سنیں اور پھر بے چون وچرا ان کی تعمیل کریں۔ وہ سمعنا وعصینا کا مصداق نہ ہوں۔ کہ دن ورات اللہ تعالےٰ کے احکام سنیں اور پھر دھڑلے کے ساتھ ان کو توڑتے رہیں۔ خدا کی معصیت و نافرمانی میں اپنا عمر یں بسر کر دیں۔

قرآن پاک اپنے متبعین سے ایسے ایمان کا مطالبہ کرتا ہے۔ جو مومنوں کو سراپا اطاعت بنا دے۔ اسی لئے تاکید وہدایت کی گئی ہے۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا الخ

تم سب ملکر اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو۔ اور پھوٹ نہ ڈالو۔

مطلب یہ کہ اپنے عقائد و افکار جذبات واحساسات عبادات ومعاملات۔ اخلاق وآداب معاشرت ومعیشت اور سیاست وتمدن سب چیزوں کو احکام الٰہی کے مطابق بنا لو۔ نئے نئے عقیدے۔ نئے نئے افکار نئے نئے فرقے۔ نئے نئے طریقے اور نئی نئی تحریکیں پیدا نہ کرو۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا

Marfat.com

تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝
جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے۔ صرف اس کی پیروی کرو اور خدا کو چھوڑ کر (اپنے ٹھہرائے ہوئے) مددگاروں کے پیچھے نہ چلو۔ (افسوس تم پر) بہت کم ایسا ہوتا ہے۔ کہ تم نصیحت پکڑو۔

یعنی اے انسانو! تم انسانوں کے گھڑے ہوئے نظاموں، تحریکوں، دعوتوں اور خیالوں کی پیروی نہ کرو۔ بلکہ ان قوانین کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوئے

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔

اور جو شخص قانون الٰہی کے مطابق فیصلہ و حکم نہ کرے سو ایسے لوگ کافر ہیں۔ ظالم ہیں۔ اور فاسق ہیں۔

مطلب یہ کہ جو لوگ اپنی زندگی کے معاملات و مسائل میں قوانین الٰہی کے مطابق فیصلے اور عمل نہ کریں تو جیسی بھی صورت ہو احکام الٰہی کی خلاف ورزی سے وہ فاسق، ظالم، اور بالآخر کافر بن جاتے ہیں۔ یعنی قانون الٰہی کے خلاف زندگی کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔ فسق ظلم، اور کفر۔ قرآن اپنے پیروؤں سے یہ تینوں

Marfat.com

چیزیں مٹا کر ان کی جگہ تقویٰ، عدل اور ایمان پیدا کرنا چاہتا ہے۔

خوب سمجھ لیجئے۔ کہ اسلام دنیا میں جو امت مسلمہ پیدا کرنا اور اسکو خیر الامم بنانا چاہتا ہے۔ اس کا تمام تر دار و مدار اعتصام بحبل اللہ پر ہے۔ اعتصام بحبل اللہ کے معنے یہ ہیں۔ کہ مسلمان اپنی زندگی کے ہر معاملہ ہر پہلو اور ہر حال میں اسلام کے اوامر اور نواہی کی پابندی کریں۔ یہ پابندی سچے ایمان سے میسر آتی ہے۔ اگر ایمان رسمی سطحی اور غیر شعوری ہو تو پھر یہ چیز میسر نہیں آتی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ۔

اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی۔ اطاعت کرو رسول کی اور اس صاحب امر کی جو تم میں سے ہو (یعنی ایمان لانے والوں میں سے ہو)

یعنی اگر تم اپنے ایمان کے دعوے میں سچے ہو تو تمہیں چاہیئے کہ تم اللہ، رسول اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔ اللہ و رسول کی اطاعت مطلق ہے اور اولی الامر کی اطاعت مشروط و مقید ہے۔ معروف کے ساتھ اس سے اسلام کا نظام اجتماعی متشکل ہوتا ہے

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا۔

جو کچھ رسول تم کو دے اسکو لے لو اور جس سے
روکے اُس سے رُک جاؤ۔

یعنی صاحب قرآن کے احکام و اوامر کی پوری پوری
پابندی کرو۔ اس میں تمہاری زندگی و ترقی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ
لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ج

اے ایمان والو! تم اللہ و رسول کی پکار کو سنو
جب وہ تم کو اس واسطے پکارے کہ تم کو زندگی دے۔

اگر تم سچے ایماندار ہو تو تم کو اللہ و رسول کے احکام کی
اطاعت میں اپنی زندگی و ترقی اور بہتری سمجھنی
چاہیئے۔ تم کو ایسا نہیں بننا چاہیئے۔ کہ اعتقاداً
تو سب کچھ مان لو اور عملاً کچھ نہ کرو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ۔ وَلَا تَكُوْنُوْا
كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ۔

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت
کرو اور (اس اطاعت و فرمانبرداری سے) روگردانی
مت کرو اور تم (اعتقاداً تو) سُن ہی لیتے ہو اور تم اُن
لوگوں کی مانند نہ ہو جانا جو دعوے تو کرتے ہیں۔ کہ ہم
نے سن لیا۔ حالانکہ وہ سنتے سناتے کچھ نہیں
(اس لئے کہ سنی ان سنی کر دیتے ہیں)

ان تمام آیات بینات سے ثابت ہوا کہ سچا

Marfat.com

ایمان مسلمانوں سے خدا ورسولؐ کی کامل اطاعت چاہتا ہے۔ اور قرآن اُن سے لیے ہی ایمان کا مطالبہ کرتا ہے۔ جو ان کو احکام اسلام کا مطیع و منقاد بنا دے۔ اگر صورت حال یہ ہو کہ اسلام کے بعض آسان احکام پر عمل کر لیا جائے اور مشکل احکام کو چھوڑ دیا جائے تو اس کا حکم بھی قرآن سے سُن لیجئے۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

تو کیا تم کتاب کے بعض احکام پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔ سو کیا سزا ہے ایسے شخص کی جو تم میں سے ایسا کرے۔ بجز دنیا کی ذلت و رسوائی کے اور قیامت کے روز بڑے سخت عذاب میں ڈالے جائیں۔ اور اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال سے غافل نہیں۔

یہ یہودیوں سے کہا گیا تھا۔ اور ہمارے لئے بھی ہے۔ اگر ہم بھی ایسا ہی کریں گے۔ تو ہمیں بھی یہی سزا ملے گی۔ اور قیامت کے سخت عذاب میں جھونک دیئے جائیں گے۔

Marfat.com

اب ذرا مسلمانوں کی حالت پر غور فرمائیے کہ کیا وہ انفرادی و اجتماعی طور پر اپنی زندگی کے تمام معاملات و مسائل میں کتاب و سنت سے تمسک کر رہے ہیں۔ اور اسلام کے اوامر و نواہی کے پابند ہیں؟ جواب صاف ہے۔ کہ وہ متمسک بالکتاب والسنۃ نہیں۔ چند عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق تک تو وہ ضرور احکام اسلام پر عمل کر رہے ہیں۔ مگر جہاں تک سیاست و معاشیات تنظیم و ترقی اور اصلاح و ہدایت کا تعلق ہے۔ وہ اسلام سے بالکل آزاد ہو گئے ہیں۔ ہدایت و رہنمائی کفار سے حاصل کر رہے ہیں۔ تنظیم و ترقی کے گُر یورپ سے سیکھ رہے ہیں۔ اور اصلاح و ہدایت کا کام اپنی اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق سرانجام دے رہے ہیں۔ اپنی قومی بہتری و ترقی کے لئے وہی تدابیر اختیار کئے ہوئے ہیں۔ جو دوسری قوموں نے اختیار کر رکھی ہیں۔ ان کے ذہنوں میں آزادی کا مفہوم وہی ہے جو دوسری قوموں نے سمجھا دیا ہے ہمارے اغراض و مقاصد وہی ہیں جو دوسری قوموں کے ہیں۔ ہم اُن ہی چیزوں کے لئے مر رہے ہیں۔ جن کے لئے دوسری قومیں مر رہی ہیں۔ قلت و کثرت پر اسی طرح ایمان لائے ہوئے ہیں۔ جس طرح دوسری قومیں ایمان لائی ہوئی ہیں

Marfat.com

جس سے تعاون واشتراک کرتے ہیں۔ اپنی پسند اور سمجھ کے مطابق اور جس سے دشمنی و نفرت کرتے ہیں۔ اپنے خیال و رجحان سے۔ غرض سیاست و تمدن میں جو کچھ بھی کر رہے ہیں۔ قرآن و حدیث کو بالائے طاق رکھکر کر رہے ہیں۔ ہمارے رہنما کسی موقعہ، کسی مرحلہ، اور کسی معاملہ میں بھی قرآن و حدیث کو ہاتھ نہیں لگاتے اپنی سمجھ پر خود چلتے ہیں۔ اور اُسی پر دوسرے مسلمانوں کو چلاتے ہیں۔ پھر عقل عقل۔ سمجھ سمجھ اور نیت نیت میں فرق ہے اس لئے جوتیوں میں دال بٹ رہی ہے۔ سب کے سب اپنی طاقت کو برباد اور دشمنوں کو قوی کر رہے ہیں۔

اس صورت حال سے صاف عیاں ہے۔ کہ ہمارے رہنماؤں کو اس بات پر ایمان نہیں کہ اسلامی احکام کا تعلق اس دنیا کی زندگی سے بھی ہے۔ اور آخرت کی زندگی سے بھی۔ ایمان و عمل صالح کے ذریعہ دنیا بھی بنتی ہے۔ اور آخرت بھی۔ وہ زبان سے نہ کہیں مگر اُن کا عمل اِس بات کا روشن ثبوت ہے۔ کہ وہ اسلام کو ایک مکمل نظام حیات نہیں سمجھتے اور قرآن کی ہدایت و رہنمائی پر اُن کا ایمان نہیں ورنہ اس کے کیا معنے کہ وہ اپنے رہنما آپ بن جائیں۔ اور مسلمانوں میں بغض و عناد

Marfat.com

تشتت و افتراق اور بحث و نزاع کی آگ لگا دیں۔

کیا ایمان باللہ۔ ایمان بالرسول، اور ایمان بالآخرت رکھنے والی قوم کا یہی حال ہوا کرتا ہے۔ جو آج مسلمانوں کا نظر آ رہا ہے۔ کیا اسلامی مسلک و نظریہ رکھنے والے اسی طرح لڑا کرتے ہیں۔ جس طرح آج ہمارے علماء و زعماء آپس میں لڑ رہے ہیں۔ اور دین و دنیا سے بے خبر مسلمانوں کو لڑا رہے ہیں۔ اور کیا یہ اسلامی احکام پر عمل پیرا ہونے کا نتیجہ ہے۔ کہ ہماری سیاسی جماعتیں آپس میں لڑ لڑ کر اپنی طاقتیں ضائع کر رہی ہیں۔ یقین کیجئے یہ صورت حال صرف اس لئے ہے کہ ہمارے رہنماؤں نے اسلام کا راستہ چھوڑ دیا ہے۔

Marfat.com

مغربی حکمت و سیاست کی تباہ کاریاں

یہ سب کچھ جو آپ نے سنا مغربی حکمت وسیاست کی تباہ کاریاں ہیں۔ مسلمانانِ عالم اسلامی ذہنیت۔ اسلامی نصب العین۔ اسلامی طریقِ کار اسلامی سیرت اور مذکورہ بالا پانچ ایمانی خصائص سے کیوں محروم ہیں۔؟
صرف اس لئے کہ انہوں نے دنیا میں زندہ رہنے اور ترقی کرنے کے لئے قرآن کو اپنا رہنما نہیں بنایا ایمان وعمل صالح کی صحیح روح سے محروم ہوگئے قرآن کی روشنی میں اپنے زوال انحطاط کا کھوج نہیں لگایا۔ اپنی صلاح وفلاح کے گر اسلام سے نہیں سیکھے۔ اسلامی اخلاق کی قدر وقیمت نہیں جانی اور مومنوں کی حیثیت سے دنیا میں رہنا نہیں آیا۔
جب وہ ایمان وعمل صالح کی روح سے بیگانہ ہوئے تو اُن میں وہ سات بدیاں اور گمراہیاں پیدا ہوگئیں جو میں تفصیل سے بیان کر آیا ہوں قرآن پاک نے چاہا تھا۔ کہ مسلمانوں کے اندر نا امیدی۔ حرص بخل، سستی، خود بینی۔ وہم پرستی اور سرکشی پیدا نہ ہو۔ مگر انھوں نے کتاب وسنت کی ہدایت

Marfat.com

سے منہ موڑ کر اِن خرابیوں کو اپنے اندر پیدا کر لیا۔
ہمارے ارباب فکرو نظر اور قائدین کرام اسلام
کی رہنمائی و سربراہی سے مایوس و نا اُمید ہو گئے
ہیں۔ عوام و خواص دونوں میں دولت و اقتدار اور عزت و
شہرت کی حرص و ہوس پیدا ہو گئی ہے۔ ہم
اللہ کی راہ میں اپنا جان و مال قربان کرنے سے
جان چُرانے لگے ہیں۔ اللہ کے لئے کوئی چیز خرچ
نہیں کرتے بخل کا مرض پیدا ہو گیا ہے سُستی
اور کاہلی کی وجہ سے کسی بلند و پاکیزہ مقصد کے لئے جد
و جہد نہیں کر سکتے۔ مفکر و مدبر اپنی عقل و سمجھ
کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ خود بینی کے نشہ سے سرشار
ہیں۔ وہم پرستی نے ان کو انگریزوں اور ہندوؤں سے
ڈرا رکھا ہے۔ اور احکام الٰہی سے سرتابی و
سرکشی ان کی عادت بن گئی ہے۔

یہ سب چیزیں انہوں نے قومیت اور مغربی حکمت
و سیاست سے لی ہیں۔ قومی جد و جہد کے سارے
ڈھنگ انھوں نے یورپ سے سیکھے ہیں۔ اور دوسری
قوموں کی اندھا دھند تقلید و پیروی کر کے اپنے آپ
کو اور اپنی قوم کو بگاڑ رہے ہیں۔ خام طبع مفکرین و قائدین
آج تک یہ نکتہ نہ سمجھ سکے کہ جو قوم ذہنی غلامی سے رہائی
حاصل نہ کرے۔ وہ ..... سیاسی آزادی بھی
حاصل نہیں کر سکتی۔ انہوں نے مغربی افکار و خیالات

Marfat.com

کو اپنے ذہنوں پر مسلط کر رکھا ہے۔ اور دولت و اقتدار
کی ہوس میں اسلام کی مخالف سمت بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ انہوں نے
مغربی حکمت و سیاست سے جو عقل و خرد حاصل کی ہے اس نے
اسلام سے بغاوت پر کمر باندھ رکھی ہے۔ دانش حاضر نے انکے اسلامی
عقائد و افکار کو متزلزل کر دیا ہے۔ تہذیب مغرب، فلسفہ مغرب اور
سیاست مغرب نے نادانستہ اور غیر شعوری طور پر ان کے اذہان
پر اس قدر تسلط جما لیا ہے کہ وہ اسلامی تہذیب، اسلامی فلسفہ
اور اسلامی سیاست سے بالکل بیگانہ ہو گئے ہیں۔ اور وہ اسلامی طرز
پر کام کرنے کے قابل ہی نہ رہے ۔

پہلے زمانوں میں ہمارے ارباب علم و عرفان یونانیوں، ایرانیوں
اور ہندیوں کے فلسفوں اور عقائد و افکار میں اسلامی افکار و
نظریات گم کر بیٹھے۔ اور اس زمانہ کے اہل علم قومیت اور لادین
سیاست میں اسلام کا سیاسی نظریہ گم کئے بیٹھے ہیں۔ متقدمین کو
ایرانیوں، یونانیوں اور ہندوؤں کی تقلید و پیروی نے خراب
کیا۔ اور متاخرین کو اقوام یورپ کی تقلید خراب کر رہی ہے۔
مسلمان ہر نئی تحریک، ہر نئی دعوت، ہر نئے خیال اور ہر نئی آواز
پر لبیک کہنے کے لیے تیار بیٹھے رہتے ہیں۔ اس زمانہ میں ملوکیت کے جبر
و استبداد نے جمہوریت، قومیت، اشتراکیت، فسطائیت وغیرہ
کے نظر فریب نقاب اوڑھ رکھے ہیں۔ دنیا کے مکار و چالاک انسان
انسانوں پر اپنا قبضہ جمانا چاہتے ہیں۔ اور یہ فتنے اٹھ اٹھ
کر مسلمانوں کو ہیئت، قوم، وطن، دولت و اقتدار کا پجاری بنا رہے ہیں۔
مگر ہمارے غفلت شعار رہنما ہیں۔ کہ ان گمراہیوں اور فتنوں کی حمایت و

Marfat.com

علمبرداری کر رہے ہیں۔ اور ان کو اسلامی لباس پہنانے میں
مصروف ہیں :۔
جنکے قبضہ میں ہماری قیادت و رہنمائی کی باگ ڈور رہے وہ
سیاسی، معاشی، معاشرتی، اور اخلاقی طور پر جو کچھ بھی
سوچتے اور کرتے ہیں وہ سب کچھ دوسروں سے لے لیتے ہیں۔
اسلام کی بات بھی نہیں پوچھتے۔ اُنکا طریق فکر، اُنکا انداز
نگاہ، اُنکی آرزوئیں۔ اُنکے عزائم اور اُنکی تمام تر ذہنی صلاحیتیں
اُسی نہج پر کام کرتی ہیں۔ جس پر فرنگی رہنمائی کرتا ہے۔ وہ اسی لیئے
اسلامی نظام کو فرسودہ، مُردہ اور ناقابل عمل سمجھتے ہیں۔ اور
رائج الوقت باطل نظاموں میں سے کسی ایک نظام کو ہی بہتر،
امن پرور اور مستحکم مانتے ہیں۔ جب اُن میں سے کسی سے گفتگو
کی جائے تو صاف جواب ملتا ہے کہ صاحب اب دُنیا بہت آگے
نکل چکی ہے۔ اب دنیا میں اسلامی نظام قائم نہیں ہو سکتا۔
حالات و اسباب ہی میسّر نہیں۔ نہ حالات و اسباب
میسّر آئینگے۔ نہ اسلامی نظام قائم ہوگا۔ لہذا باطل نظاموں کے
ماتحت ہی جیو۔ حق کی بھیک مانگو اور مر جاؤ۔ یہ ہمارے علماء
و زعماء کی فکری موت ہے۔ جو فرنگی تمدن نے اُنپر طاری کی ہے۔
کس قدر حسرت و افسوس کی بات ہے کہ وہ علمبردارانِ
قرآن جن کو اقوام عالم کی رہنمائی کا فرض سرانجام دینا تھا۔
دنیا والوں کو اسلام کی راہ راست پر لانا تھا۔ اور بنی نوع
انسان پر امن و ترقی اور فلاح و نجات کی راہیں کشادہ کرنی تھیں۔
وہ اپنے اس فرض کو بھول کر اور اُلٹا غیروں کی تقلید و پیروی

کر رہے ہیں۔ نظامہائے باطلہ کے قیام و استحکام میں اپنی قوتیں صرف کر رہے ہیں۔ خدا کے باغیوں کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں کہ وہ طاقت و اقتدار پاکر اچھی طرح مذہب و اخلاق کو تباہ و برباد کریں۔ کام غیروں کا بنا رہے ہیں۔ اور خواب دیکھتے ہیں۔ اسلام کی بہتری اور مسلمانوں کی ترقی کا ائمہ کفر و ضلالت میں سے جو بھی نمائشی طور پر ہمدردی نوع انسان، آزادی، قیام امن، محبت و رواداری اور خدمت قوم کا دعویٰ کرے۔ ہمارے علماء و زعماء اسی کے پیچھے بھاگ پڑتے ہیں۔ حق و باطل میں تمیز نہیں کرتے۔ مخلص و ریاکار اور کھرے کھوٹے کی پرکھ کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے۔ جس کا جی چاہے زبانی ہمدردی سے انکو الو بنا دے۔ سچ کہا ہے اقبال ؒ نے۔

جن کو سالار میسر ہوں شکم کے بندے۔
ایسی قوموں کی ترقی کی حقیقت معلوم۔
جن کا ہر روز نیا رنگ بدلتا ہو ضمیر
حریت کا بھی سمجھ سکتے ہیں کیا وہ مفہوم۔

اپنے قائدوں کی اس غیر اسلامی ذہنیت، اغیار نوازی، فکری افلاس، خود فراموشی اور ضمیر فروشی پر رونا آتا ہے۔ کہ انکی ساری قابلیتیں، صلاحیتیں اور قوتیں کافرانہ سیاست اور باطل نظاموں کے کام آرہی ہیں۔ اور اسلام کے لئے وہ کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ مسلمان کی حیثیت سے انکا اپنا نصب العین اور اپنا مسلک و نظریہ کچھ بھی نہیں۔ سب باتوں میں کافروں کے محتاج و دست نگر ہیں۔ ہائے قومیت و وطنیت تیرا برا ہو تو نے

Marfat.com

ہمارے رہنماؤں کو اسلام کے کام کا نہیں رکھا۔ یہ ظالم قومیت و وطنیت سارا اسلام کہا گئی۔ اور مسلمانوں کو انگریزوں اور ہندوؤں کے قدموں میں ڈالدیا۔ ایسی ذلیل زندگی سے تو موت ہزار درجہ اچھی۔ مگر جس قوم کو اس ذلت کا احساس ہی نہ ہو اسکو جینا چاہیئے۔ تاکہ وہ زندہ و ہمیشہ قوموں کی ٹھوکروں سے اچھی طرح پامال ہو۔ تمام بربادیاں اپنا پورا جوش نکال لیں۔ اور مسلمانوں کو اسلام کی صراط مستقیم سے منہ موڑنے کی پوری پوری سزا ملے۔

خلاصہ ان تمام تلخ و ناگوار گذارشات کا یہ ہے۔ کہ مسلمان اسلام کی صراط مستقیم سے صرف اس لیئے ہٹے ہوئے ہیں۔ کہ انکے مذہبی سیاسی رہنما، ملت مسلمہ کی ترقی و بہتری کے لیئے قرآن و حدیث سے ہدایت و رہنمائی حاصل نہیں کرتے۔ بلکہ کفار و مشرکین سے ہدایت و رہنمائی حاصل کر رہے ہیں۔ انکی فکر و نظر میں اتنی جان نہیں رہی کہ یہ چالاک و مکار دشمنوں کو پہچان سکیں۔ اور انہوں نے اسلامی سیاست کو چھوڑ کر کافرانہ سیاست کو اختیار کر رکھا ہے۔ یہاں ضروری اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام کی اس ہدایت و رہنمائی کو ضروری تفصیل کے ساتھ پیش کر دیا جائے۔ جس پر امت مسلمہ کی نجات و کامرانی کا دار و مدار تھا۔ اور جسکو چھوڑ کر قرآن و حدیث کو ماننے والے ذلیل و خوار ہوئے۔

Marfat.com

اُمتِ مسلمہ کے دو متضاد دور

دورِ سعادت

منشائے ایزدی اور باعثِ تخلیق خلیفۃ اللہ یہ ہے کہ دُنیا کے تمام انسان خدا تعالیٰ کی خالقیت، ربوبیت، حاکمیت اور عبدیت کی بُنیاد پر دنیاوی زندگی قانونِ الٰہی کے مطابق امن و سکون کے ساتھ گزاریں۔ اسی چیز کو بتانے اور انسانوں کو منصبِ خلافت کا اہل بنانے کے لیے قرآن حکیم نے متعدد مقامات پر پوری تفصیل و وضاحت کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کی داستانِ حیات سنائی ہے۔ یہ حقیقت آموز اور عالم افروز بیان و تذکرہ قرآن پاک کی پہلی سورہ سورۃ البقرہ کے تیسرے رکوع سے شروع ہوتا ہے۔ اس تذکرہ کی تمہید میں باری تعالیٰ عزاسمہٗ فرماتے ہیں: "اللہ وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں۔" اس کے بعد انسانوں کو سمجھایا گیا ہے کہ انسان دُنیا میں خدا کا نائب اور خلیفہ ہے۔ اگر وہ اس دُنیا میں اس حیثیت سے رہنا اور اپنا مقصدِ حیات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اُنکو چاہیے کہ وہ اپنی حیاتِ طبعی کے لیے علمِ کائنات حاصل کریں اور حیاتِ اخلاقی کو وحیِ الٰہی سے حاصل کریں۔ خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اُنکا فرض ہے کہ وہ اپنے خالق، مالک، رب، معبود اور مدبر کی اطاعت و بندگی اختیار کریں

Marfat.com

یعنی اس کی بھیجی ہوئی ہدایت کے مطابق زندگی بسر کریں۔
قصۂ آدم علیہ السلام میں قرآن مبین نے انسان کی حقیقت، زندگی کے آغاز۔ اس کے انجام و مآل اور کائنات میں انسان کی حیثیت کو ٹھیک ٹھیک بیان کر دیا ہے۔ اس بیان میں انسانوں کو خیر و شر حق و باطل اور عروج و زوال کی تمام راہیں سمجھا دی گئی ہیں۔ نوعِ انسانی کو ارتقائے انسانیت کا طریقہ بتلا دیا گیا ہے۔ اور اچھی طرح سمجھا دیا گیا ہے۔ کہ انسانوں کے لئے رشد و ہدایت اور تہذیب و ارتقار کا تمام تر دار و مدار وحی الٰہی کی پیروی پر ہے وحی الٰہی کے سوا علم و بصیرت اور ہدایت و رہنمائی کی روشنی اور کہیں سے نہیں مل سکتی۔ یہ بھی قرآن پاک میں اچھی طرح بتلا دیا گیا ہے۔ کہ قوانین الٰہیہ کے اتباع کا لازمی نتیجہ شرف انسانیت حصول ارتقار۔ خوش حالی۔ تمکن فی الارض۔ اور اسباب معیشت کی فراوانی ہے۔ اس کے برعکس ذکرِ الٰہی سے اعراض و روگردانی کا فطری نتیجہ روزی کی تنگی، ضلالت و گمراہی اور آخرت کی بے بصری ہے۔ اس دنیا میں نکبت و افلاس۔ بیکسی و بے بسی۔ غلامی و محکومی۔ ہلاکت و درماندگی اور عاجزی و بے چارگی۔ قوانین الٰہیہ کی خلاف ورزی سے پیدا ہوتی ہے۔ جہاں انسانوں نے ہدایت

خداوندی سے اعراض وانحراف کیا
اور زوال وانحطاط کا دور شروع ہوا۔ پس
انسان کی بہتری وبرتری اسی میں ہے۔ کہ وہ قانون
الٰہی کے مطابق زندگی بسر کرے۔

اسلام کا نوعِ انسان پر یہ کتنا بڑا احسان
ہے۔ کہ اس نے دنیا والوں کو یہ بتایا کہ یہ دنیا
تمہارے لئے ہے۔ اور تم خدا کی اطاعت
وبندگی کے لئے۔ یہ کہکر قرآن عزیز نے
انسانی عظمت واقتدار میں چار چاند لگادئے
انسانی عقل کے سامنے ایک بلند نصب العین
رکھکر تحقیق واکتشاف اور ایجاد واختراع کی
صلاحیتوں وقوتوں سے آگاہ کردیا۔ مادی ترقی
کی تمام راہیں کھول دیں۔ زندگی کا سیدھا
اور صاف راستہ بتلادیا۔ تمام فکری
وعملی قوتوں کے نشو وارتقار کا سامان کردیا۔
اور انسانوں پر ابرِ رحمت بن کر برس پڑا۔

Marfat.com

انبیاء علیہم السلام کی آمد اور ارتقائے انسانیت

مذکورہ بالا ازلی و ابدی اعلان و قانون کے مطابق تمام زمانوں۔ تمام ملکوں اور تمام قوموں میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے کتابیں اور انبیاء علیہم السلام آئے اور انسانوں کو نجات و کامرانی کا ایک ہی راستہ و طریقہ بتلاتے رہے۔ اور انسانی عقول و افہام کا ہاتھ پکڑ کر قافلۂ انسانیت کو منازل ارتقا طے کراتے رہے۔ جنہوں نے فرمانروائے کائنات کی بغاوت و نافرمانی کی روش چھوڑ کر اللہ کی اطاعت و بندگی کی راہ اختیار کی۔ وہ مومن کہلائے اور جو فرمانروائے کائنات اور اس کے بھیجے ہوئے نمائندوں انبیاء علیہم السلام سے بغاوت و سرکشی اور اعراض و دشمنی پر اڑے رہے۔ وہ کافر کہلائے۔ مومنوں نے قانون الٰہی کی روشنی میں خدا کا مطیع و منقاد بن کر دنیا کی کامرانیاں اور آخرت کی نجات حاصل کی اور کافروں نے اپنی خواہشاتِ نفس کی ہدایت پر چل کر اپنی عقل و سمجھ سے مادی ترقیاں حاصل کیں۔ اپنی آخرت کو

Marfat.com

تباہ و برباد کیا۔ اور بالآخر دنیا کو لصد
حسرت و یاس چھوڑ کر فی النار والسقر ہوئے۔
قرآن مبین نے بڑی وضاحت کے ساتھ گذشتہ
انبیا اور گذری ہوئی قوموں کے عروج و زوال
کی داستان سنائی ہے۔ اس داستان میں
صرف وہی قسم کی زندگیوں کا آغاز و انجام
پہلو بہ پہلو پیش کیا گیا ہے۔ ایک مومنانہ زندگی
اور دوسری کافرانہ زندگی۔ سارے قرآن
میں کسی ایسی قوم کا نشان نہیں ملتا جس کے
عقائد و افکار تو مومنوں جیسے رکھے ہوں اور مادی
ترقیاں کافرانہ طریقوں سے حاصل کی ہوں
اور پھر بھی مومن کے مومن ہی رہے ہوں۔ یہاں
اس نکتہ کو اچھی طرح یاد رکھئے۔ یہ آگے چلکر
کام آئے گا۔

دوسری بات یہ یاد رکھئے کہ خدا تعالےٰ
کی طرف سے جتنے بھی نبی آئے۔ سب کا مقصد
سب کا دین اور سب کی دعوت و پکار ایک ہی تھی۔ اور وہ یہ
کہ اے لوگو! اپنے رہنما آپ نہ بنو۔ اپنے علم و عقل پر بھروسہ
نہ کرو۔ اپنے نظام خود نہ بناؤ اپنے اوپر آپ حکومت نہ کرو
نہ دوسروں کو اپنے اوپر حکومت کرنے دو اور اپنے من مانے
فرضی و وہمی خداؤں کی بندگی سے نکلکر اللہ کی حاکمیت
قبول کرو۔ اور اس کی عبدیت میں آجاؤ۔ تم سب انسان

Marfat.com

نا دانستہ اور فطری طور پر خدا ہی کے بندے ہو۔ پس شعوری اور شرعی حیثیت سے بھی خدا ہی کے بندے بن کر رہو کسی رنگ میں بھی انسانوں کی غلامی نہ کرو۔ نہ اپنے آباؤ اجداد کے طریقوں کی پیروی کرو۔ نہ سرمایہ داروں کے بہروں میں آؤ۔ نہ مذہبی پیشواؤں کے تقدس سے دھوکہ کھاؤ۔ نہ بادشاہوں کی اطاعت کا پٹہ اپنے گلوں میں ڈالو اور نہ اپنے نفس کی خواہشوں پر چلو۔ ان سب خداؤں کی بندگی کی زنجیریں توڑ دو۔ معبودانِ باطلہ کو پاش پاش کر دو اور تمام طاغوتی طاقتوں کا تار و پود بکھیر دو۔

جو سعادتمند انسان توحید و رسالت کی اِس دعوت کو سمجھکر قبول کر لیتے مومنوں کے زمرہ میں داخل ہو جاتے۔ ان کو انبیاء علیہم السلام سمجھاتے کہ اب تم پورے طور پر میری اطاعت کرو۔ اپنی زندگی کی باگ و ڈور ہمارے مقدس ہاتھوں میں پکڑا دو۔ پوری قوت و مضبوطی کے ساتھ ہماری لائی ہوئی شریعت کو پکڑے رہو۔ اپنے فکر و عمل کو کسی معاملہ اور کسی مرحلہ میں بھی اتباع شریعت سے آزاد نہ ہونے دو۔ اپنی زندگی کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کرو۔ افراط و تفریط سے بچ کر تمام معاملات میں اعتدال و توسط کی

راہ اختیار کرو۔ نہ عقائد و افکار میں تعلیمات حقہ کو پسِ پشت ڈالو نہ عبادات و معاملات میں صراطِ مستقیم سے ادھر ادھر بھٹکو نہ انفرادی زندگی میں خدا کی معصیت اختیار کرو اور نہ اجتماعی زندگی میں قانونِ الٰہی کی خلاف ورزی کرو۔ عبادت کی حقیقت سمجھو براہِ راست خدا سے وابستہ ہو جاؤ درمیانی وسیلوں اور ذریعوں سب کو ختم کر دو۔ شرک و بدعت سے کلی طور پر اجتناب کرو۔ اور خدا پرستی میں اخلاص حاصل کرو۔ یہ تھا تمام نبیوں کی دعوتوں اور کتابوں کی تعلیمات کا خلاصہ۔

اس مقصدِ عظمیٰ کے ماتحت انبیاء علیہم السلام نسل انسانی کو منازل ارتقاء طے کراتے رہے تا آنکہ عیسیٰ علیہ السلام نے انسانوں کو اس قابل بنا دیا۔ کہ اب ان کو کامل و مکمل ضابطۂ حیات اور آخری قانون ملے۔ آپ کی نبوت نے عقلی بلوغ و اجتہاد کا طول طویل سفر طے کر لیا۔ اور انسان کی ذہنی و فکری استعداد آخری کتاب اور آخری نبوت کا بارِ گران اٹھانے کے قابل ہو گئی۔

Marfat.com

آفتاب ہدایت کا طلوع

جس طرح طلوع سحر سے پہلے رات کی تاریکی کو نوید سحر سے دینی اور دنیا والوں کے لئے خورشید جہانتاب کی روشنی کی خبر لاتی ہے۔ اسی طرح خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی آمد ظلمتکدۂ عالم کے لئے نوید سحر لائی۔ آپ کی تشریف آوری سے وقت تمام نسل انسانی پر کفر و شرک کی کالی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ عالمگیر گمراہیوں اور ضلالتوں نے انسانوں پر قبضہ کر رکھا تھا۔ اپنے اصلی خالق، مالک، رب، الٰہ۔ اور ہادی سے تمام انسان ناآشنا تھے۔ بت پرست بھی گمراہ تھے اور اہل کتاب بھی بگڑے ہوئے تھے۔ صحیح علم و عقل سے سب محروم تھے۔ اپنی حقیقت اور اپنے مقصد حیات سے سب ناآشنا تھے اور تمام عالم میں ہر قسم کی گمراہیاں۔ مفاسد اور خرابیاں پھیلی ہوئی تھیں۔

ان تمام گمراہیوں کی جڑ یہ تھی کہ انسان یہ نہیں جانتے تھے کہ خدا کیا ہے۔؟ انسان کیا ہے؟ اور یہ دنیا کیا ہے؟ اس لاعلمی و جہالت نے دنیا میں اندھیر مچا رکھا

Marfat.com

تھا۔ اور ہر طرف وحشت و بربریت۔ کفر و ضلالت، ظلم و عدوان اور حماقت و شرارت کا دور دورہ تھا۔ ان حالات میں اللہ تعالےٰ کے آخری نبی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم رحمتِ عالم اور ہادیٔ عالم بنکر بصد جاہ و جلال اس دنیا میں تشریف لائے آپ نے ہوش سنبھالتے ہی اپنی پاکیزہ بصیرت مستقیم نظر۔ غیر مخدوش دماغ اور عقل جہاں بین سے دیکھ لیا۔ کہ انسان اپنے مرتبۂ انسانیت سے گر چکے ہیں۔ اُن کے پاس صحیح علم و عقل کی روشنی نہیں۔ سچی مذہبیت سے محروم ہیں۔ تہذیب و ارتقاء کی حقیقی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ بجائے اصلاح کے دنیا میں فساد پھیلا رہے ہیں۔ اللہ کی فرمانبرداری کجا وہ تو پروردگار عالم کا تصور تک کھو چکے ہیں۔

اس لئے غیر اللہ کی بندگی کے طوق اپنی گردنوں میں ڈالے ہوئے اپنی انسانیت کی توہین و تذلیل کر رہے ہیں۔ اپنے دل و دماغ کو بے کار و معطل کر کے بتوں کی نذر کر چکے ہیں۔ انسان انسانوں کی حکومتوں۔ فیصلوں اور قوانین کے سامنے سرِ اطاعت جھکا کر ذلیل و خوار ہیں۔ انسانوں نے انسانوں کے لئے سیاسی و تمدنی حقوق و فرائض مقرر کر کے عدل و مساوات اور امن و سکون کو ختم کر دیا ہے۔ جائز ناجائز کی من مانی حدیں ٹھہرا لی ہیں۔ چالاک اور مکار انسانوں نے مذہبی رنگ میں برہمن۔ پادری اور پروہت بن کر۔ سیاسی رنگ میں بادشاہ اور حکمران بن کر اور معاشی رنگ میں مہاجن۔ زمیندار

سود خوار اور اجارہ دار بن کر اللہ کے بندوں کو اپنا بندہ بنا رکھا ہے۔ بندگان خدا پر طاقتور مستبد انسانوں نے اپنی خداوندی قائم کر رکھی ہے یہ دیکھکر آپ فلاح انسانیت کے درد سے بے تاب ہوگئے دنوں کا چین اور راتوں کی نیند رخصت ہوگئی۔ سوچ بچار میں پڑگئے کہ ان حیوان نما انسانوں کو کیونکر حقیقی معنوں میں انسان بنائیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ کہ کیا کریں تو بادیوں سے نفرت ہوگئی۔ گوشہ نشینی تنہائی اور خاموشی اختیار کر لی۔ بالآخر فطرت نے رہنمائی کی اور ضمیر نے پکارا آپ کو کیا ضرورت پڑی ہے۔ کہ آپ اپنی ذاتی عقل و سمجھ سے انسانوں کے لئے کوئی ضابطہ حیات سوچیں۔ جس کی یہ مخلوق ہے۔ وہ آپ ان کی ہدایت و رہنمائی کی فکر کرے گا۔ ان کو نجات و کامرانی اور خیر و سعادت کا راستہ بتلائے گا۔ اور ان کے لئے کوئی ہدایت نامہ بھیجیگا۔

یہ خیال آتے ہی اپنے فرمانروائے کائنات کی طرف رجوع کیا۔ غار حرا میں اسی سے آس اور لو لگا کر بیٹھ گئے اور وہاں سے اس وقت اٹھے جب کہ خالق ارض و سما کی طرف سے نزول وحی۔ عالمگیر ہدایت و رہنمائی اور کامل و مکمل ضابطہ حیات کا پیغام مل گیا۔

Marfat.com

نزولِ قرآن اور اسلامی تمدن کی بنیاد

قرآن نے اسلامی تمدن کی بنیاد توحید، نبوت آخرت اور سادگی، زہد و قناعت اور تدین و خدا پرستی پر رکھی اور تئیس سال کی مدت میں نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں بنی نوع انسان کو ایک مکمل ضابطۂ حیات مل گیا۔ قرآن پاک نے گذشتہ سماوی مذاہب کی تمام صداقتوں۔ حقیقتوں اور صحیح اصولوں کو اپنے اندر سمیٹ لیا۔ اور انسانوں کو تمام پچھلی کتابوں سے بے نیاز کر دیا۔

نزولِ قرآن کے ساتھ ہی رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے امت مسلمہ کی تعمیر و تاسیس شروع کر دی۔ حقیقت کے متلاشی اور سعادت مند انسان آپ کی دعوت توحید پر آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ حق کی آواز نے حق کے طلبگاروں کو قرآن کی طرف کھینچا اور صاحب قرآن کے قدموں میں ڈالنا شروع کر دیا ساتھ ہی زہرہ گداز مصائب و آلام اور آزمائش و ابتلاء کی بھٹی بھی سلگا دی تاکہ حق کی طرف

Marfat.com

جو بھی آئے سوچ سمجھکر آئے اور پھر آزمائش کی بھٹی میں پڑ کر جاہلیت اور نفاق کے کھوٹ سے پاک ہو جائے۔ دل و دماغ اور جسم سب چیزیں پاک و صاف ہو جائیں۔ اور اُن میں ہر قسم کی قوت و توانائی اور طہارت و پاکیزگی پیدا ہو جائے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم و تزکیہ نے صحابہ کی ایک مقدس جماعت پیدا کر دی۔

آپ نے ایک طرف تو فلسفہ اخلاق تزکیہ روح۔ پاکیزگی حیات۔ الہیات معاد قانون معاشرت اور اصول تمدن کے ایسے ایسے اسرار و رموز عرب کے بدؤں کو بتلائے کہ وہ آسمان ہدایت کے روشن ستارے بن گئے۔ اسلام کے سانچہ میں ڈھل کر ایمان و اخلاق کا اعلیٰ نمونہ دنیا کو دکھا دیا۔ اُن اللہ والوں کو صاحب قرآن نے زندگی کے وہ وہ حقائق بتلائے جو کسی حکیم۔ کسی فلسفی، کسی مقنن اور کسی مفکر و مدبر کے وہم و گمان میں بھی نہ گذرے تھے۔ دوسری طرف جہالت و وحشت ظلم و جور۔ خوں ریزی و سفاکی میں ممتاز اور فسق و فجور میں ڈوبی ہوئی قوم کو ایمان و عمل صالح کی وہ پاکیزہ و بلند روح عطا فرمائی

Marfat.com

جس نے دفعتہ ان کی کایا پلٹ دی۔

اللہ تعالےٰ نے صحابہ رض کو ان کے ایمان وعمل صالح کے نتیجہ میں وہ ساری نعمتیں بخشیں جو اُن سے پہلے تمام اقوام کو ملی تھیں۔ ان کے علاوہ وہ نعمتیں بھی عطا کیں جو اب تک کسی قوم کو نہ ملی تھیں۔ یعنی اکمال دین اور اتمام نعمت۔ ان کو سارے عالم کی امامت کا منصب عطا کیا اور ان کے سر پر خیر الامم کا تاج رکھا۔ صحابہ رض کی جماعت با اصول اور زندہ جماعت کی حیثیت سے اُٹھی اور اپنی سچائی حقانیت اور پاکیزگی سے قیامت تک کے لئے اپنے زندہ کارنامے چھوڑ گئی۔ تاکہ مسلمانوں کی نسلیں اُن سے زندگی کی حرارت حاصل کرتی رہیں اور ان کو اسلام کی صراطِ مستقیم بتلاتی رہیں۔

عہد نبوت اور خلافت راشدہ کا زمانہ وہ مبارک ومسعود زمانہ تھا کہ ایک ایک فرد اطاعتِ الٰہی اور جہاد فی سبیل اللہ کے نشہ سے سرشار تھا۔ سعادت وبرکات کی زندہ تصویر خودداری ووقار کی یادگار۔ ایثار وقربانی کا پیکر۔ قوتِ حق کا نمونہ اور اخوت اسلامیہ کا بے مثال مجسمہ تھا۔ وہ اپنی مثال خود آپ ہی تھے۔ طاغوتی طاقتیں اُن سے لرزہ براندام تھیں۔

Marfat.com

حالانکہ وہ بے سروسامان تھے۔ محض ایمان و
عمل صالح کی قوت و برکت سے تمام قوتیں
اور شوکتیں ان کے قدموں میں آ پڑیں۔ تخت و تاج
اور دولت و اقبال نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال
کیا اور فوز و فلاح ان کی زندگی کا طرۂ امتیاز بنگئی۔
صحابہؓ کی زندگی نے بتلا دیا کہ اسلام کے
دامنِ رحمت میں صرف نعمائے جنت ہی نہیں
بلکہ دنیوی ترقیاں، کامرانیاں اور مادی برکتیں
بھی ہیں۔ قوانین الٰہیہ کی کامل اطاعت سے
دنیا بھی ملتی ہے۔ اور آخرت بھی۔ شرط صرف
یہ ہے کہ مدعیان اسلام صحابہ کی طرح ایک
زندہ اور با اصول جماعت کی طرح اسلام
کے اصولِ حیات اور مسلک زندگی کا سچا
عشق و یقین اور بے مثال جذبۂ جان نثاری پیدا
کریں۔ اور اللہ کی راہ میں جان و مال قربان کرنے
کے لئے شیار ہو جائیں۔

یہ دورِ سعادت صحابہ، تابعین اور تبع
تابعین تک چلا۔ اگرچہ عہدِ عثمانی سے
زوال شروع ہو گیا تھا۔ لیکن عہدِ صدیقی
اور عہدِ فاروقی کی برکتیں ساتھ ساتھ چلتی
رہیں۔ جب خلافت کی جگہہ نامراد ملوکیت آگئی

تو مسلمانوں سے اسلام کا اجتماعی مسلک اور نصب العین رخصت ہو گیا۔ اور اجزائے دین باقی رہ گئے۔ جو آج تک باقی ہیں۔ مگر صدیوں کی مہلک غلط فہمیوں کے پردوں میں ملفوف ہیں۔

مسلمان بادشاہوں، علمائے سوء اور پیران ریاکار تینوں نے اسلام کے عقائد و افکار، مقاصد و کلیات اور حقائق و تعلیمات کو بگاڑا۔ دوسری قوموں کی تقلید و پیروی سے نئے نئے عقیدے اور فرقے پیدا کئے اور شرک و بدعت کا بازار گرم کر دیا۔ اور آج مسلمانانِ عالم کی جو حالت ہے۔ وہ دنیا کے سامنے ہے

Marfat.com

ملوکِ جبابرہ ، علمار سوء اور پیرانِ ریاکار پر جو صحیح کڑی ، بے لاگ ، اور شدید تنقید حضرت امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔ اس کی مثال ان سے پہلے کے مصنفین میں نہیں ملتی۔ آپنے مجددانہ بصیرت اور مجاہدانہ استقامت کے ساتھ ان تینوں طبقوں کی گمراہیوں کو بتلایا اور ان پر وہ سخت تنقید کی جس نے ان کی امامت وپیشوائی کو منہدم کرکے رکھدیا۔ اگر ان مقدسین کے متعلق میں کچھ عرض کروں کہ انھوں نے خلق خدا کو کس کس طرح بگاڑا اور لوگوں کو حقیقی اسلام سے محروم کیا تو یہ بہت بڑی گستاخی سمجھی جلائے گی۔ اس لئے بہتر اور مناسب یہی ہے کہ میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کی تنقید پیش کردوں تاکہ بھولے بھالے مسلمان اپنے آپ کو ان کے پنجۂ عقیدت سے بچانے کی کوشش کریں۔

Marfat.com

مصنوعی اور گمراہ کن پیشوائی کا انہدام

حضرت امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ آپ مجدد اعظم تھے اور مجددین میں آپ ایک نمایاں و ممتاز خصوصیات کے مالک ہیں۔ اس لئے کہ آپ نے تمام جاہلی خرابیوں اور گمراہیوں سے اسلام کو الگ کرکے اسکو ایک مکمل نظام حیات کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ مسلمانوں کی تاریخ کو اسلام کی تاریخ سے الگ کیا۔ اسلام اور مسلمانوں کے اصولی فرق کو واضح کیا۔ اسلامی حقائق کو غلط تعبیرات و تاویلات کے گرد وغبار سے پاک کرکے چمکایا۔ ایک ایک زمانہ کے فتنوں کی نشاندہی کی۔ ان جاہلی خرابیوں کا قلع قمع کیا جو مسلمانوں کے عقائد، افکار، علوم، اخلاق تمدن اور سیاست میں انکو اصل اسلام سے دور کرتی جارہی تھیں۔ تقلید جامد کی زنجیروں کو توڑا اور روح اجتہاد کو زندہ کیا۔ آپ فرماتے ہیں۔

ارکان اسلام کی اقامت میں فتور عظیم برپا ہوگیا۔ حضرت عثمان رضہ کے بعد کسی فرمانروا نے حج قائم نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ اپنے نائب ہی مقرر

Marfat.com

کرکے بھیجتے رہے۔ حالانکہ اقامت حج خلافت کے لوازم میں سے ہے۔ جس طرح تخت پر بیٹھنا تاج پہننا اور شاہان گذشتہ کی شہ نشین میں بیٹھنا قیصر و کسریٰ کے لئے علامت بادشاہی تھا اسی طرح حج خود اپنی امارت میں قائم کرنا اسلام میں علامت خلافت ہے۔

فرماتے ہیں:

ان لوگوں کی حکومت مجوسیوں کی حکومت کے مانند رہی ہے۔ البتہ فرق یہ ہے۔ کہ یہ نماز پڑھتے اور کلمہ شہادت زبان سے ادا کرتے رہے۔

بادشاہوں کا یوں انہدام کرکے آپ ایک ایک گروہ کو پکارتے اور انکو اُن کی گمراہیاں بتلاتے اور انکو دعوت اصلاح دیتے ہیں:

میں ان پیرزادوں سے جو کسی استحقاق کے بغیر باپ دادا کی گدیوں پر بیٹھے ہیں۔ کہتا ہوں کہ یہ کیا دھڑے بندیاں تم نے کر رکھی ہیں۔؟ کیوں تم میں سے ہر ایک اپنے طریقہ پر چل رہا ہے۔ اور کیوں اس طریقہ کو سب نے چھوڑ رکھا ہے۔ جسے اللہ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اتارا تھا؟ تم میں سے ہر ایک امام بن بیٹھا ہے۔ اپنی طرف لوگوں کو بلا رہا ہے۔ اور اپنے آپ کو ہادی و مہدی سمجھتا ہے۔ حالانکہ وہ ضال و مضل ہے۔ ہم ہرگز ان لوگوں سے راضی نہیں

Marfat.com

ہیں جو دنیا کے فوائد کی خاطر لوگوں سے بیعت لیتے ہیں۔ یا اس لئے علم حاصل کرتے ہیں۔ کہ اغراض دنیوی حاصل کریں یا لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتے ہیں اور اپنی خواہشات نفس کی اطاعت ان سے کراتے ہیں۔ یہ سب رہزن ہیں۔ دجّال ہیں۔ کذّاب ہیں۔ خود بھی دھوکہ میں ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکہ دے رہے ہیں۔

میں ان طالبان علم سے کہتا ہوں جو اپنے آپ کو علماء کہتے ہیں کہ بے وقوفو! تم یونانیوں کے علوم اور صرف و نحو و معانی میں پھنس گئے اور سمجھے کہ علم اس کا نام ہے۔ حالانکہ علم تو کتاب اللہ کی محکم آیت یا وہ سنت ہے جو رسول سے ثابت ہے۔

میں ان متقشف واعظوں، عابدوں اور خانقاہ نشینوں سے کہتا ہوں کہ اے زہد کے مدعیو! تم ہر وادی میں بھٹک نکلے اور ہر رطب و یابس کو لے بیٹھے تم نے لوگوں کو موضوعات اور اباطیل کی طرف بلایا تم نے خلق خدا پر زندگی کا دائرہ تنگ کر دیا حالانکہ تم فراخی کے لئے مامور تھے نہ کہ تنگی کے لئے تم نے مغلوب الحال عشاق کی باتوں کو اپنا مدار علیہ بنا لیا ہے۔ حالانکہ یہ چیزیں پھیلانے کی نہیں لپیٹ کر رکھ دینے کی ہیں۔

Marfat.com

میں اُمرا سے کہتا ہوں کہ تمہیں خدا کا خوف نہیں آتا۔ تم فانی لذتوں کی طلب میں مستغرق ہو گئے اور رعیت کو چھوڑ دیا کہ ایک دوسرے کو کھا جائے علانیہ شرابیں پی جا رہی ہیں۔ اور تم نہیں روکتے۔ زناکاری، شراب خوری اور قماربازی کے اڈے بر سر عام بن گئے ہیں۔ اور تم ان کا انسداد نہیں کرتے۔ اس عظیم الشان ملک میں مدتہائے دراز سے کوئی حد شرعی نہیں لگائی گئی۔ جس کو تم ضعیف پاتے ہو اسے کھا جاتے ہو۔ اور جسے قوی پاتے ہو اُسے چھوڑ دیتے ہو۔ کھانوں کی لذت، عورتوں کے ناز و انداز۔ کپڑوں اور مکانوں کی لطافت۔ بس یہ چیزیں ہیں جن میں تم ڈوب گئے ہو کبھی خدا کا خیال تمہیں نہیں آتا۔

میں ان فوجی آدمیوں سے کہتا ہوں کہ تم کو تو اللہ نے جہاد کے لئے۔ اعلائے کلمۂ حق کے لئے۔ شرک و اہل شرک کا زور توڑنے کے لئے بنایا تھا۔ اسکو چھوڑ کر تم نے گھوڑ سواری اور ہتھیار بندی کو پیشہ بنالیا اب جہاد کی نیت اور قصد سے تمہارے دل خالی ہیں۔ پیسہ کمانے کے لئے سپاہی گری کا پیشہ کرتے ہو۔ بھنگ اور شراب پیتے ہو۔ داڑھیاں منڈاتے اور مونچھیں بڑھاتے ہو۔ بندگان خدا پر ظلم ڈھاتے ہو اور تمہیں کبھی اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی

Marfat.com

کہ حرام کی روٹی کما رہے ہو۔ یا حلال کی۔

میں ان اہل حرفہ اور عوام سے کہتا ہوں کہ تم میں سے امانت و دیانت رخصت ہو گئی ہے۔ اپنے رب کی عبادت سے تم غافل ہو گئے ہو۔ اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے لگے ہو۔ تم غیر اللہ کے لئے قربانیاں کرتے ہو۔ مدار صاحب اور سالار صاحب کی قبروں کا حج کرتے ہو۔ یہ تمہارے بدترین افعال ہیں۔ تم میں سے جو کوئی خوش حال ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے لباس اور کھانے پر اتنا خرچ کرتا ہے کہ اس کی آمدنی اس کے لئے کافی نہیں ہوتی اور اہل و عیال کی حق تلفی کرنی پڑتی ہے۔ یا پھر وہ شراب نوشی اور کرایہ کی عورتوں میں اپنی معاش اور معاد دونوں کو ضائع کرتا ہے۔

پھر میں مسلمانوں کی تمام جماعتوں کو عام خطاب کر کے کہتا ہوں کہ اے بنی آدم! تم نے اپنے اخلاق کھو دیئے۔ تم پر تنگ دلی چھا گئی اور شیطان تمہارا محافظ بن گیا۔ عورتیں مردوں پر حاوی ہو گئی ہیں۔ اور مردوں نے عورتوں کو ذلیل بنا رکھا ہے۔ حرام میں تمہیں مزا آتا ہے۔ اور حلال تمہارے لئے بد مزہ بن گیا ہے۔ اے بنی آدم! تم نے ایسی فاسد رسمیں اختیار کر لی ہیں۔ جن سے دین متغیر ہو گیا ہے

مثلاً روز عاشوراء کو تم جمع ہو کر باطل حرکات کرتے ہو۔ ایک جماعت نے اس دن کو ماتم کا دن بنا رکھا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ سب دن اللہ کے ہیں۔ اور سارے حوادث اللہ کی مشیت سے ہوتے ہیں۔ اگر حسین رضی اللہ عنہ اس روز شہید کئے گئے تو اور کونسا دن ہے۔ جس میں کسی محبوب خدا کی موت واقع نہ ہوئی ہے۔ کچھ لوگوں نے اس دن کو کھیل تماشوں کا دن بنا لیا ہے۔ اور کچھ دوسرے لوگوں نے اسے مذہبی مناسک کا دن بنا رکھا ہے۔ پھر تم شب برات میں جاہل قوموں کی طرح کھیل تماشے کرتے ہو۔ اور تم میں سے ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ اس روز مُردوں کو کثرت سے کھانا بھیجنا چاہیئے اگر تم سچے ہو تو اپنے اس خیال اور ان حرکات کے لئے کوئی دلیل لاؤ پھر تم نے ایسی رسمیں بنا رکھی ہیں۔ جن سے تمہاری زندگی تنگ ہو رہی ہے۔ مثلاً شادیوں میں فضول خرچی۔ طلاق کو ممنوع بنا لینا۔ بیوہ عورت کو بٹھا رکھنا۔ اس قسم کی رسموں میں تم اپنے مال اور اپنی زندگیوں کو خراب کر رہے ہو۔ اور ہدایت صالحہ کو تم نے چھوڑ دیا حالانکہ بہتر یہ تھا کہ ان رسموں کو چھوڑ کر اس طریقے پر چلتے جس میں سہولت تھی نہ کہ تنگی۔

Marfat.com

ایک تفہیم میں فرماتے ہیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ کہ تم مسلمان بھی آخر کار اپنے سے پہلے کی امتوں کے طریقے اختیار کر لوگے۔ اور جہاں جہاں انہوں نے قدم رکھا ہے وہاں تم بھی قدم رکھو گے حتےٰ کہ وہ اگر کسی گوہ کے بل میں گھسے ہیں تو تم بھی اُن کے پیچھے جاؤ گے۔

صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے پوچھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی امتوں سے آپ کی مراد یہود و نصاریٰ ہے۔ حضور نے فرمایا۔ اور کون۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔

(منصب تجدید کی حقیقت۔ از حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر)

شاہ صاحب نے بگڑی ہوئی امت کا پورا پورا اور صحیح و مکمل نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے۔ اس سے آپ بآسانی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ بادشاہوں۔ علماء سوء اور پیران ریاکار نے مسلمانوں کو کس کس طرح بگاڑا۔ یہ بھی خود ہی اندازہ لگا لیجئے کہ جب حضرت شاہ صاحب کے زمانہ میں مسلمانوں کا یہ حال تھا تو اب کا کیا حال ہوگا۔ یہ فساد و بگاڑ بڑھتا ہی چلا گیا۔ جو حالت ہے وہ ظاہر ہے۔

انشاء اللہ اس کتاب کے دوسرے حصہ میں، میں تفصیل کے ساتھ بتاؤں گا۔ کہ یہ فساد و بگاڑ کیسے رونما ہوا؟

Marfat.com

مسلمان اسلام کی کسوٹی پر

مسلمانوں کے زوال و انحطاط۔ اور موجودہ حالت پر
اسلامی نقطہ نظر سے تفصیلی تبصرہ

مؤلف

مولانا سید نذیر الحق میرٹھی

مکتبہ فلاح انسانیت کراچی ۱

Marfat.com